احادیثِ رسولؐ

مرتبہ: قاری فیوض الرحمٰن

کھڑے ہو کر پانی پینا

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ اَنَّہٗ نَھٰی اَنْ یَّشْرَبَ الرَّجُلُ قَائِمًا۔ آپؐ نے کھڑے ہو کر پینے سے منع فرمایا۔ قَالَ قَتَادَۃُ: فَقُلْنَا لِاَنَسٍ: فَالْاَکْلُ؟ قَالَ ذَالِکَ اَشَرُّ اَوْ اَخْبَثُ۔ حضرت قتادہ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت انسؓ سے کھانے کے بارے میں پوچھا (کہ کھڑے ہو کر کھانے کے بارے میں آپؐ کا کیا خیال ہے) انہوں نے کہا یہ تو اس سے بھی بُرا ہے کہ انہی کی روایت کردہ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے کھڑے ہو کر پینے سے سختی سے منع فرمایا ہے ___ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔ لَا یَشْرَبَنَّ اَحَدٌ مِّنْکُمْ قَائِمًا۔ فَمَنْ نَسِیَ فَلْیَسْتَقِیْٔ۔ (رواہ مسلم) تم میں سے کسی کو کھڑے ہو کر مشروبات نہیں پینے چاہئیں اور جو بھول کر ایسا کر لیں تو انہیں آئندہ اس سے بچنا چاہیئے۔

ساقی آخر میں

حضرت قتادہ آپؐ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ نے فرمایا سَاقِی الْقَوْمِ اٰخِرُھُمْ۔ یعنی شُرْبًا۔ کہ ساقی پینے کے لحاظ سے آخر میں ہونا چاہیئے (اسے آخر میں پینا چاہیئے)

سونے اور چاندی کے برتنوں میں پینا

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ آپ نے ہمیں خالص ریشم اور مخلوط ریشم اور سونے و چاندی کے برتنوں میں پینے سے روکا ہے اور فرمایا ہے ھِیَ لَھُمْ فِی الدُّنْیَا وَھِیَ لَکُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ۔ غیر مسلموں کے لئے یہ دنیا میں ہیں اور تمہارے لئے یہ برتن و ریشم آخرت میں ہوں گے۔ ریشمی لباس، دیباج وغیرہ مردوں کے لئے حرام ہیں۔ عورتوں کے لئے جائز ہیں۔ سونے اور چاندی کے برتن میں پینا مرد و عورت دونوں کے لئے ناجائز ہے۔ اور اس پر سخت وعید بھی آئی ہے۔ حضرت ام سلمٰی کہتی ہیں کہ آپؐ نے فرمایا اَلَّذِیْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ اِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارَ جَھَنَّمَ۔ (بخاری مسلم) چاندی کے برتن میں کھانے والا اپنے پیٹ میں آگ انڈھیل رہا ہے۔ اور مسلم شریف کی روایت میں اور زیادہ وضاحت ہے اِنَّ الَّذِیْ یَاْکُلُ اَوْ یَشْرَبُ فِیْ اٰنِیَۃِ الْفِضَّۃِ وَالذَّھَبِ ___ فَاِنَّمَا یُجَرْجِرُ فِیْ بَطْنِہٖ نَارًا مِّنْ جَھَنَّمَ ___ جو شخص سونے یا چاندی کے برتن میں کھاتا پیتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ انڈھیل رہا ہے (ریاض الصالحین)

برتن کو ڈھانک کر رکھنا

کھانے اور پانی کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنا چاہئیے تاکہ گرد یا کوئی اور چیز نہ پڑنے پائے۔

زیادہ کھانا

آپؐ کا ارشاد ہے کہ پیٹ سے بدتر کوئی برتن نہیں جو آدمی بھرتا ہے۔ آدمی کو چند لقمے کفایت کرتے ہیں۔ جو اس کی پیٹھ (قوت) کو قائم رکھیں۔ اور اگر وہ ناچار (زیادہ) کھانا چاہے تو ایک تہائی پیٹ کھانے کے واسطے، ایک تہائی پانی کے واسطے اور ایک تہائی سانس کے واسطے ہونا چاہیئے۔ (ترمذی)

کتنا باقی ہے؟

حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ انہوں نے ایک بکری ذبح کی۔ ایک سوالی آگیا اور اسے کچھ گوشت دیا۔ پھر ایک اور آ گیا۔ اسے بھی کچھ دیا۔ آپؐ نے پوچھا کتنا باقی ہے؟ گھر کے لوگوں نے کہا کہ صرف ایک ران باقی ہے۔ آپؐ نے فرمایا (نہیں بلکہ) سوائے ایک ران کے سب باقی ہے (جو اللہ کے نام کا دیا گیا) (ترمذی)

کس عجیب انداز میں کھانے کی چیزوں کی تقسیم بتائی ہے۔

دعوت قبول کرنا

آپؐ نے فرمایا۔ اَجِیْبُوْا ھٰذِہِ الدَّعْوَۃَ اِذَا دُعِیْتُمْ۔ جب تمہیں دعوت کے لئے بلایا جائے تو قبول کرو۔ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ اگر کسی شخص کو دعوت دی جائے اور وہ قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی نافرمانی کی اور جو شخص بن بلائے چلا جائے وہ گویا چور کی طرح گیا اور چوری کر کے باہر آگیا۔ (بشرطیکہ قبولیت دعوت میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو۔)

پہلے کس کی دعوت قبول کی جائے

جب دو شخص ایک ہی وقت میں دعوت کا پیغام دیں تو ان میں سے نزدیک تر دروازے والے کی دعوت قبول کرو۔

بہت بُرا کھانا

آپؐ نے فرمایا ___ شَرُّ الطَّعَامِ طَعَامُ الْوَلِیْمَۃِ یُدْعٰی لَھَا الْاَغْنِیَآءُ وَ یُتْرَکُ الْمَسَاکِیْنُ۔ ولیمہ کے کھانوں میں وہ کھانا بہت بُرا ہے جس میں دولت مند تو بلائے جائیں لیکن غریبوں اور مسکینوں کو نہ پوچھا جائے۔ (بخاری)

ڈکار لینا اچھا نہیں

آپؐ کے پاس ایک شخص نے ڈکار لی تو فرمایا "اپنی ڈکار کو ہم سے ہٹائے رکھ۔ بہت سے لوگ جو دنیا میں خوب پیٹ بھر کر کھاتے ہیں قیامت کے دن بہت بھوکے ہوں گے"۔

منہ پھاڑ کر ڈکار لینا ایک مذموم حرکت ہے۔ پاس بیٹھنے والوں کو بہت گھن آتی ہے۔ اس کا خیال رکھنا چاہئیے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیارے طریقوں پر چلنے کی توفیق بخشے۔ آمین!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خدام الدین لاہور

١٦ رجب ١٣٩٠ھ
١٨ ستمبر ١٩٧٠ء

جلد ١٦
شمارہ ١٨

فون نمبر ٦٧٥٤٥

مندرجات

اشتعال انگیزی اور بہتان طرازی کی خطرناک مہم

جو شخص اس طریق کار پر مکمل یقین رکھتا ہے کہ کسی قسم کے خون خرابے اور فتنہ و فساد کے بغیر صحت مند ماحول اور پُرامن فضا میں کوئی تعمیری انقلاب رونما ہو جاتے تو لازم ہے کہ وہ ہر قسم کی تشدد آمیز سرگرمیوں اور فتنہ خیز طریقِ کار سے دامن بچا کے رکھے۔ اور ایسا تعمیری و اصلاحی پہلو اختیار کرے جو حصول مقصد کے لئے مؤثر اور نتیجہ خیز ہو۔

اس قسم کے نیک عزائم رکھنے والا شخص اگر پُرامن انقلاب کا طریق کار چھوڑ کر تشدّد، قتل و غارت گری اور فتنہ و فساد کا رُخ اختیار کر لے تو سمجھ لینا چاہیئے کہ یہ شخص اپنے راستے میں خود ہی کانٹے بچھا رہا ہے اور یہ اپنے پروگرام اور اپنے عزائم میں ہرگز ہرگز مخلص نہیں ہے۔ اخلاص کا تقاضا یہ ہے کہ جب اس نے اپنے عزائم کی تکمیل کے لئے پُرامن طریق کار منتخب کیا ہے تو اسی پر قائم رہے۔ اور اگر وہ اس پر قائم رہنا نہیں چاہتا ہے تو سیدھا راستہ یہ ہے کہ اپنا پروگرام تبدیل کر دے اور صاف طور پر اعلان کر دے کہ وہ ملک کی فلاح اور بھلائی اسی میں سمجھتا ہے کہ تشدّد، فتنہ و فساد اور خون خرابے کے ذریعہ خونیں انقلاب برپا کیا جائے۔

یہ قطعی ناممکن ہے کہ باتیں امن و سکون کی ہوتی رہیں اور طریقِ کار متشددانہ اختیار کیا جاتے اور پھر یہ توقع رکھی جاتے کہ اس کے نتائج پُرامن انقلاب پر مبنی ہوں گے۔ ع

این خیال است و محال است و جنوں

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں ایک عرصہ سے تشدّد آمیز واقعات رونما ہو رہے ہیں اور ایک سوچے سمجھے منصوبے کے تحت ان میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے، ایک جماعت دوسری جماعت کو، ایک رہنما دوسرے رہنما کو اور ایک کارکن دوسرے کارکنوں کو ہر ممکن طریق سے ختم کرنے اور اس کی انفرادی اور اجتماعی حیثیت پامال کرنے پر تُلا ہوا ہے۔

ان واقعات کا جائزہ لینے سے اس حقیقت کا پتہ ملتا ہے کہ تشدد آمیز کارروائیوں کا ہدف صرف سامراج دشمن عناصر ہی بن رہے ہیں۔ اور انہی کے خلاف الزام تراشی اور بہتان طرازی کی مہم اپنے عروج کو پہنچ گئی ہے۔ اس مہم کا سب سے بڑا ہدف اہلِ حق علماء کرام کو بنایا جا رہا ہے۔ کبھی ان پر کانگریسی ہونے کا الزام عاید کیا جاتا ہے۔ کبھی ہندو کا ایجنٹ بتایا جاتا ہے اور کبھی سوشلسٹ اور کیمونسٹ ہونے کا بہتان باندھا جاتا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ پہلے لوگوں کے ذہنوں میں علماء کرام کے خلاف نفرت پیدا کی جائے انہیں کافر ثابت کیا جائے اور اس طرح لوگوں میں اشتعال پیدا کر کے خطرناک اقدام کے لئے آمادہ کیا جائے۔

یہ ساری صورتِ حال ملک میں خانہ جنگی اور قتل و غارت گری کا بازار گرم کرنے کا رخ بتاتی ہے۔ اربابِ حکومت اور ملک کے دانشوروں، سیاست دانوں اور اہل بصیرت و فراست کو حالات کی نزاکت اور سنگینی کا پوری توجہ کے ساتھ مطالعہ کرنا چاہیئے۔ اور امن سوز حرکات کا سختی کے ساتھ محاسبہ کرنا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں سب سے خطرناک طریقِ کار سامراج کی حامی جماعتوں (جماعتِ اسلامی اور اس کی ذیلی تنظیموں) کا ہے۔ جن کا لب و لہجہ دھمکی آمیز ہے اور ان کے رہنماؤں کے بیانات میں جارحیّت پائی جاتی ہے۔ ہمارے ملک کی تمام جماعتوں کے رہنماؤں کے بیانات ملاحظہ کئے جا سکتے ہیں ان میں جارحیّت کا پہلو کس میں ہے اور امن و سکون کا اندازِ کار کس کا ہے؟

خدام الدین کے صفحات شاہد ہیں کہ ہم نے تشدّد اور قتل و غارت گری کے رجحانات کی سختی کے ساتھ مخالفت کی ہے اور ہمیشہ امن و سلامتی اور معقولیّت

(باقی صلہ ٦ پر)

گذشتہ سے پیوستہ

دروس القرآن

از افادات شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

مرتبہ: محمد مقبول عالم بی اے، ناظم مکتبہ خدام الدین شیرانوالہ دروازہ لاہور

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝
اللہ کے نام سے (شروع کرتا ہوں) جو بہت مہربان نہایت رحم والا ہے۔

درس مورخہ ۱۱ رمئی ۱۹۴۸ء

بسم اللہ سے توحید ملتی ہے بسم اللہ سے جو کام شروع کیا جائے اس میں برکت ہوتی ہے۔ ورنہ بے برکتی ہوگی۔ اگر کوئی بسم اللہ کے معنی سمجھانے والا ہو اور وہ اس کے معنی سمجھائے اور اسے تمام دنیا کے جواہرات بھی دیے جائیں تو معاوضے کا حق ادا نہیں ہوگا کیونکہ بسم اللہ سے توحید ملتی ہے۔ شرک نکل جاتا ہے اور آدمی ابدی جہنم سے بچ جاتا ہے تو ابدی جہنم سے بچنا ایک طرف اور دنیا کے جواہرات دوسری طرف، جواہرات کی اس کے مقابلے میں کیا قیمت ہو سکتی ہے۔

اگر توحید نہیں ہوگی تو شرک کا ہونا لازمی ہے۔ شیطان ہر ایک کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ سب سے پہلے توحید میں شرک ملاتا ہے۔ اسی لئے انبیاء علیہم السلام سب سے پہلے توحید کا سبق پڑھاتے ہیں۔ نیکیاں سب ہوں اور توحید مخلوط بالشرک ہو، تو نجات نہیں ہے۔ اور برائیاں سب ہوں لیکن توحید خالص ہو، تو اس کے لئے نجات اور شفاعت ہے۔

توحید سنگِ بنیادِ اسلام ہے توحید سنگ بنیادِ اسلام ہے۔ اللہ تعالےٰ گناہ معاف فرمادے اور کسی نیکی پر راضی ہو جائے تو جہنم میں بھجوائے بغیر بھی جنت میں بھیج سکتا ہے۔ بسم اللہ کے معنی سمجھنے کے بعد شرک نہیں رہتا۔ بشرطیکہ اسے سمجھ لیا جائے اور مرتے دم تک اسے سینے میں محفوظ رکھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے۔ غرض تعلق باللہ میں توحید کی اہمیت واضح ہے۔

بسم اللہ کی ترکیب بِ حرفِ جار ہے اسم مضاف، اللہ موصوف۔ رحمٰن صفتِ اوّل، رحیم صفتِ دوم۔ موصوف دونوں صفات سے مل کر مضاف الیہ ہوا۔ مضاف اور مضاف الیہ مل کر مجرور ہوا۔ جار مجرور مل کر متعلق فعل ہوا۔ فعل ہر موقع کے لحاظ سے نکالا جاتا ہے۔ یہاں فعل اَقْرَأُ ہے یعنی میں پڑھتا ہوں۔

بسم اللہ جزوِ سورت نہیں۔ اسی لئے اسے نماز میں سِراً (خفیہ) پڑھا جاتا ہے ویسے یہ قرآن کی ایک آیت بھی ہے۔ (دیکھو سورۃ نمل ۲۷ : ۳۰)

ارشادِ نبوی ہے کہ جو کام اللہ کے نام سے شروع کیا جائے اس میں برکت ہوتی ہے۔ کفار اپنے معبودوں کے نام سے شروع کرتے تھے۔

اللہ ذاتی نام ہے باقی صفاتی

اللہ ذاتی نام ہے، باقی نام صفاتی ہیں۔ جیسے عبدالحکیم یہ ذاتی نام ہے۔ وہ ہیڈ ماسٹر بھی ہے، شاعر بھی ہے، حکیم بھی ہے۔ یہ سب اس کے صفاتی نام ہیں۔

اللہ کے ۹۹ نام ہیں، ایک ذاتی اور ۹۸ صفاتی ہیں۔ مثلاً زندہ کرنے کے لحاظ سے وہ الحیّ ہے، جسے چاہے فنا کر دے۔ اس لحاظ سے الممیت ہے۔ رزق تنگ کر دے تو القابض ہے، کشادہ کر دے تو الباسط ہے۔

رزق کی تنگی اور کشادگی رزق کی تنگی گناہ کی وجہ سے ہوتی ہے۔ رزق کی تنگی اور کشادگی اسباب پر نہیں بلکہ اللہ کی مشیّت پر ہے۔ اسباب اللہ تعالےٰ ہی پیدا کرتا ہے اور اسباب کے نتائج اللہ تعالےٰ ہی نکالتا ہے۔ اللہ والے دیکھے ہیں۔ بظاہر کوئی اسبابِ رزق نہیں۔ نہ زراعت، نہ ملازمت، نہ کاروبار، کچھ بھی نہیں۔ اسباب تنگی کے ہیں لیکن رزق اتنا کشادہ کہ لنگر جاری ہے۔ اور بعض آدمی ایسے ہیں کہ اسباب بظاہر کشادگی کے ہیں، نواب ہیں، لیکن جب مرتے ہیں تو بارہ بارہ لاکھ روپیہ قرض چھوڑ کر مرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسی تباہی سے بچائے۔ جو پیداوار ہوتی ہے وہ ساہوکار لے جاتا ہے۔ اسی لئے قرض لے کر کھاتے ہیں، لعنت کا کھاتے ہیں، لعنت کا پیتے ہیں۔

اللہ کے معنی بیان کیا کرتے ہیں اَللّٰهُ عَلَمٌ لِلذَّاتِ وَاجِبُ الْوُجُوْدِ الْمُسْتَجْمِعُ جَمِيْعَ صِفَاتِ الْكَمَالِ۔ یعنی اللہ اس واجب الوجود کا نام ہے جس میں صفاتِ کمال جمع ہیں۔

اللہ کے کلام کا اثر محض بسم اللہ کے معنی سمجھ لئے جائیں تو توحید کا نور آ جاتا ہے اور نجات ہو سکتی ہے۔ ہم لوگ قرآن سمجھ کر نہیں پڑھتے۔ ابوجہل، ولید بن مغیرہ بڑے بڑے کافر قرآن کو سمجھتے تھے، وہ مانتے تھے کہ اس میں اثر ہے اور اثر بھی جادو کا۔ اثر مانتے تھے کہ بلا ارادہ اثر آتا ہے۔ اسی لئے کہتے تھے کہ اسے نہ سنو کیونکہ اگر سنا تو جادو کا اثر ہو جائے گا۔ اور کلمہ پڑھنا پڑھے گا۔ اس لئے وہ شور مچاتے تھے وہ اسے اللہ کا کلام نہیں سمجھتے تھے بلکہ جادو سمجھتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر یعنی جادوگر کہتے تھے۔ ہم اسے اللہ کا کلام مانتے ہیں لیکن جادو اثر نہیں مانتے۔ ساری عمر قرآن سن سن کر ویسے کے ویسے رہتے ہیں۔ قرآن کا تو ایک درس ہی نجات کے لئے کافی ہے، آدمی جہنم سے بچ جائے گا اور جنّت کا وارث ہو جائے گا۔ تراویح میں سارا قرآن سنتے ہیں لیکن وہی حسد اور بُغض اور وہی شکر رنجی۔ بہنوں کو ترکے میں سے حصّہ نہیں دیتے گویا کوئی اثر ہی نہ ہوا۔ ابن وغیرہ حضرت

ابو بکر صدیق اکبرؓ کو امان دے کر واپس لایا تھا۔ لوگوں سے کہا کہ میں انہیں امان دے کر لایا ہوں۔ انہوں نے کہا کہ ایک شرط ہماری بھی مان لیں کہ اندر قرآن پڑھیں، باہر صحن میں قرآن نہ پڑھیں۔ ہمارے بیوی بچے سنتے ہیں تو مسلمان ہو جاتے ہیں۔ آپ نے پہلے تو شرط مان لی لیکن بعد میں پابندی نہ کر سکے اس سے کہا کہ تم اپنی امان واپس لے لو میں تو باہر ہی پڑھوں گا۔ سو قرآن میں تو تاثیر ہے۔ ہم عربی زبان سے ناآشنا ہیں اس لئے سمجھتے نہیں اور اثر نہیں ہوتا۔ قرآن سنتے ہیں لیکن جو کمزوریاں پہلے تھیں وہ آج بھی موجود ہیں۔ بدو اتنے سمجھدار تھے کہ اگر لوٹنا ہوتا تو وعلیکم السلام نہ کہتے کیونکہ اس میں تو سلامتی کا پیغام ہے۔

درس مورخہ ۱۲ مئی ۱۹۴۸ء

صفاتِ الٰہیہ اللہ واجب الوجود ہے ہم ممکن الوجود ہیں، وہ مستجمع جمیع صفات کمال ہے۔ سارے جہان میں جتنی صفتیں ہیں۔ وہ اللہ کی صفتیں ہیں۔ جن میں یہ صفتیں ہیں وہ ان کی ذاتی نہیں ہیں وہ تو مظہر ہیں صفاتِ الٰہیہ کے۔ کاملین کے کمالات اپنے نہیں ہوتے۔ بادشاہ کی بادشاہی اس کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتی۔ اگر کمالات اپنے ہوتے تو وہ نفی نہ ہوتے۔ لیکن کبھی کمالات ہوتے ہیں اور کبھی نہیں ہوتے۔ ذاتی کمالات کا حامل تو اللہ ہے وہ قادر ہے، باقی سب عاجز ہیں۔ ہم ممکن الوجود ہیں، ہمارا ہونا نہ ہونا برابر ہے، ہوتے تب بھی جہان آباد ہے۔ اللہ واجب الوجود ہے۔ اس کے ہونے سے جہان آباد ہے اس کے اندر تمام کمالات کی صفتیں جمع شدہ ہیں۔ کسی شخص میں ایک کمال ہوتا ہے کسی میں دو، اور وہ کمال بھی ذاتی نہیں ہوتا۔ وہ پرتو ہوتا ہے اللہ کے کمالات کا۔ انسان دن کو بینا، رات کو اندھا، عقل، ارادہ، زندگی سب پرتو ہیں۔ یہ ہماری نہیں ہیں۔ صفاتِ کمال کا جامع اللہ ہی ہے۔

انسان اللہ کے معنی ہی سے سمجھ سکتا ہے کہ میری صفات اللہ کی صفات کا مظہر ہیں۔ اس لئے میرا تعلق اللہ ہی سے ہونا چاہیئے — سب عاجز ہیں، اللہ قادر ہے، سب اندھے ہیں، اللہ بینا ہے، سب بے ارادہ ہیں، اللہ صاحب ارادہ ہے، سب مردہ ہیں، اللہ زندہ ہے، یہی توحید ہے۔ اگر اس کی سمجھ آ جائے تو آدمی ابدی جہنم سے بچ جائے گا۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ اگر بسم اللہ کے معنی سمجھ لئے جائیں تو یہ دنیا کے خزانوں سے زیادہ قیمتی ہوں گے کیونکہ بسم اللہ سے توحید کا نور آتا ہے۔

توحید اور شرک اللہ مستجمع جمیع صفات الکمال ہے جس کمال کی ضرورت ہو، اس کے لئے اللہ کے آگے ہاتھ پھیلائیں۔ صحت، رزق وغیرہ ہر چیز کے خزانے اللہ کے ہاں ہیں۔ اللہ سے مانگیں۔ جہاں کوئی چیز نہ ہو وہاں سے طلب کرنا بے وقوفی ہے۔ جیسے بزاز سے مہندی مانگنا۔ تو لفظ اللہ کو سمجھنے سے یہ پتہ لگتا ہے کہ تمام صفات کا منبع و مخزن اللہ کی ذات ہے اور اسی سے مانگنا چاہیئے۔ اس سے شرک کی جڑ کٹ جائے گی، اللہ کو سب جانتے ہیں، لیکن پہچانتے بہت کم ہیں۔ پہچان بھی سیکھنے سے آتی ہے۔ دوائیں عام لوگ جانتے ہیں لیکن پہچان کسی کسی کو ہوتی ہے۔ توحید بھی سیکھنے سے آتی ہے، شرک بن سیکھے آتا ہے۔ شیطان مادرزاد ساتھ آتا ہے اور توحید سکھانے والے استاد لاکھوں میں کوئی۔ شرک طبعاً آتا ہے اور توحید کے لئے استاد کی ضرورت ہے۔ مسلمانوں میں بھی شرک ہے۔ دانستہ نہیں نادانستہ شرک کر جاتے ہیں۔ اسی لئے میں کہا کرتا ہوں کہ مسلمان اللہ کو جانتے ہیں لیکن پہچانتے بہت کم ہیں۔ شرک اتنا ہی ہے کہ جو تعلق مولا سے رکھنا چاہیئے وہ غیر سے بھی رکھا جائے، جیسے عورت کا جو تعلق اپنے خاوند سے ہے وہ غیر سے بھی رکھے۔ اس سے اس کا کچھ کم نہیں ہوتا، لیکن وہ قتل کی مستحق ہو جاتی ہے۔

اللہ سے استمداد جن سے ہم کام لیتے ہیں اور جن کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہیں، وہ بھی محتاج ہیں۔ ہم موچی کے محتاج ہیں، موچی ہمارا محتاج ہے، یہ شرک نہیں ہے یہ اسباب اللہ کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ سب عاجز ہیں، قادر اور بے نیاز اللہ ہے۔ اگر کسی غیر کو بھی بے نیاز سمجھا جائے اور اس سے مدد مانگی جائے تو یہ شرک ہے۔ پیران پیر سے مانگتے ہیں، اگر پوچھا جائے کہ پیران پیر محتاج ہیں کہ نہیں، تو کہتے ہیں کہ وہ محتاج نہیں، بے نیاز ہیں، بس یہی شرک ہے۔ اللہ کا اعلان ہے يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ (۱۵:۳۵) اے لوگو! تم سب اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی اور حمید ہے۔ اس لئے ہر کام میں استمداد اللہ تعالیٰ سے ہونی چاہیئے۔ غرض بسم اللہ کے معنی سمجھنے سے توحید آتی ہے۔ اور شرک کی جڑ کٹ جاتی ہے۔ جب ہر کام بسم اللہ سے شروع کیا جائے گا تو غیر اللہ خود ہی کٹ جائے گا۔

درس مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۴۸ء

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

رحمٰن: بڑا مہربان، رحیم: نہایت رحم والا

رحمٰن اور رحیم اللہ کے صفاتی نام ہیں۔ دونوں ہی رحمت سے مشتق ہیں۔ مصدر رحمت ہے۔ عربی میں الفاظ کی زیادتی معنی کی زیادتی پر دلالت کرتی ہے رحمان میں الفاظ زیادہ ہیں، اس لئے رحمت بھی عام ہے۔ رحیم میں رحمت کی تعمیم نہیں اس میں خاص رحمت پائی جاتی ہے۔

رحمٰن رحمٰن اس لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ساری مخلوق کی ضروریات کی کفالت کرتا ہے۔ پرند و چرند، جن و انس، مومن و کافر سب پر اس کی رحمت ہے۔ یہ

مجلس شوریٰ اور پارلیمنٹری بورڈ کا اجلاس

جمعیۃ علماء اسلام مغربی پاکستان کی مجلس شوریٰ اور پارلیمنٹری بورڈ کا مشترکہ اجلاس ۱۹ ستمبر ۱۹۷۰ء بروز ہفتہ ملتان مدرسہ قاسم العلوم میں منعقد ہو رہا ہے پہلا اجلاس شام کو ۸ بجے شروع ہو گا۔ اجلاس میں بعض نہایت ضروری امور اور انتخابی امیدواروں کی درخواستوں پر غور کر کے فیصلہ کیا جائے گا۔

اجلاس کی صدارت حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی امیر کل پاکستان جمعیۃ علماء اسلام فرمائیں گے۔

محمد اکرم۔ ناظم مغربی پاکستان جمعیۃ علماء اسلام، لاہور

رحمت عومی ہے۔ وہ بحیثیت خالق سب کی کفالت کرتا ہے۔ ضروریات بہم پہنچاتا ہے۔ گویا رحمٰن کی رحمتِ عمومی کا فیضان ہر متنفس پر ہو رہا ہے۔ اللہ کا لفظ کسی اور ذات کے لیئے نہیں بولا جا سکتا۔ اللہ کے لفظ کے بعد، جو صفت بیان کی گئی ہے وہ بھی اس کے قریب قریب ہے۔ اللہ کے سوا رحمٰن کا لفظ بھی کسی اور کے لیئے نہیں بولا جاتا۔ رحیم کا لفظ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے بولا گیا ہے۔ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ (۹ : ۱۲۸) آپؐ مومنوں پر رؤف اور رحیم ہیں۔

رحمٰن کی رحمت میں اس قدر وسعت ہے کہ اتنی رحمت کسی میں نہیں ہے۔ رحمٰن کو مشابہت تامہ ہے اللہ سے۔ اس لیے دونوں لفظ اللہ کے لیے خاص ہیں۔

رحیم رحیم میں رحمت خصوصی ہے۔ مومنوں کے لیے جو جزائے خیر رکھی ہے، اس لحاظ سے وُہ رحیم ہے۔ رحمتِ عمومی وخصوصی دونوں کا منبع اللہ کی ذات ہے۔

رحیمیت یہ ہے کہ کسی کو نبی بنایا، کسی کو صدیق، شہید اور صالح بنایا، روٹی، پانی، ہوا روشنی دینا یہ رحمانیت ہے۔ وہ خاص رحمتیں ہیں اور یہ عام۔ یہ دنیا میں ملتی ہیں۔ آخرت میں جنت کا ملنا رحیمیت ہے۔ دنیا میں جو جو آدمی رحیمیت سے محروم تھے، وہ آخرت میں بھی محروم ہوں گے۔ جن کو دنیا میں صالح بنایا، آخرت میں اعمال صالحہ کی جزائے خیر اُنہیں ملے گی۔ دنیا کی زینت اور آراستگی کے سامان اللہ نے بندوں کے لیے پیدا کئے ہیں۔ یہ نعمتیں دنیا کی زندگی میں اللہ کے نیک بندوں کے لیے ہوتی ہیں، نافرمان اُن کے صدقے میں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن قیامت کے دن فرمانبرداروں کے لیے خاص کر دی جائیں گی (سورہ الاعراف ۷ : ۳۲)۔ اللہ کے مقرب اور صالح بندے رحیمیت کے مظاہر ہیں۔ قیامت کے دن اللہ کی خاص رحمتوں کا ظہور اُن ہی پر ہوگا۔ دنیا میں نافرمان لوگ صفتِ رحمانیت ہی سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔

سارا قرآن بسم اللہ کی شرح ہے

ساری سورہ فاتحہ اور سارا قرآن اسی بسم اللہ کی شرح ہے۔ یہ اجمال ہے اور سارا قرآن تفصیل۔ قرآن میں اللہ کی توحید کی تفصیل ہے۔ اس کے عملاً ثبوت بہم پہنچائے ہیں، دلائل بیان کیے ہیں کہ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ توحید پرستوں کو توحید پرستی کا عملی ثبوت دینے کے لیے بعض اعمال (عبادات) کا حکم دیا گیا ہے یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ وغیرہ۔ نماز توحید کا عملی ثبوت ہے، روزہ توحید کا عملی ثبوت ہے۔ کہ اے اللہ! میں تیرے لیئے نماز پڑھتا ہوں، تیرے لیئے بھوکا و پیاسا رہتا ہوں۔ اسی لیئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَلصَّوْمُ لِیْ وَاَنَا اَجْزِیْ بِہٖ روزہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کی جزا ہوں۔ وحدہ لاشریک نے کھانا پینا چھڑوا دیا، اس لیئے بندہ اپنی جان کو تکلیف میں ڈال کر عملاً ثبوت دیتا ہے۔ حج میں بھی توحید کا عملی ثبوت ہے کہ بندہ اپنا خرچ کرکے جان کو تکلیف دے کر لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تیرے دروازے پر آیا ہوں، میرا مقصود تو ہی ہے۔ غرض توحید کا اقرار کرنے والے عملاً بصورت عبادات ثبوت دیتے ہیں۔

رحمانیت اور رحیمیت

صفتِ رحمانیت کے ذیل میں قرآن میں نافرمان و فرمانبردار سب کا ذکر ہوگا۔ رحمتِ عمومی سے مشرکین نے فائدہ اُٹھایا لیکن بندگی کا حق ادا نہیں کیا۔ رحمانیت سے نیک بندے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ اُن کا بھی ذکر ہوگا، اُن کی صفات بیان کی جائیں گی۔ انبیاء کا ذکر ہوگا، کہ اُن کی زندگی کیسی ہوتی ہے؟ صدیقین، شہدا اور صالحین کون ہوتے ہیں؟ فساق اور مشرکین کا قال و حال کیسا ہوتا ہے؟ مومنین کا قال و حال کیسا ہوتا ہے! دونوں کے نتائج کیا ہوتے ہیں! یہ سب رحمٰن اور رحیم ہی کی تشریح ہے۔ یہ بذر (بیج) ہے اور سارا قرآن شجر ہے۔ تو بسم اللہ کے الفاظ اللہ، رحمٰن اور رحیم ہی کی تشریح سارا قرآن ہے۔

قرآن کو سمجھنا اگر بسم اللہ کے معنی سمجھ لیئے جائیں اور عملاً اُن سے اِدھر اُدھر نہ ہؤا جائے، تو نجات یقینی ہے۔ اللہ تمام صفات کا منبع ہے، تمام کمالات اُسی کے ہیں، تو پھر کسی اور کے دروازے پر کیوں جائیں۔ توحید کامل اللہ کے لفظ میں ہے۔ توحید سیکھنے سے آتی ہے، شرک خود بخود آتا ہے۔ توحید قرآن سے ملتی ہے۔ قرآن خود نہیں بولتا حامل قرآن جس کے سینے میں قرآن ہو وُہ بولتا ہے۔ لیکن قرآن کا درس دینے والے کتنے ہیں؟ دس ہزار میں سے ایک نہیں۔

پاکستان کا قانون قرآن ہونا چاہیئے

پاکستان اسی لیے بنایا ہے کہ قرآن قانون بن جائے۔ تاکہ سب توحید پرست بن جائیں، شرک سے بچ جائیں لیکن تمہارے لیڈر اور وزرا بکواس بک رہے ہیں کہ پہلے پکے مسلمان بنو "قرآن مسلمان بناتا ہے" قرآن مسلمان بنانے کے لیئے تو آیا ہے۔ پہلے مسلمان قرآن کے بغیر کیسے بنے؟ تم نے زردے اور پلاؤ کھا کر اُنہیں ووٹ دیئے، جو رشوت خوار، شراب خوار ہیں۔ اسی لیے تم پر عذاب آیا۔

بقیہ : اداریہ

کی فضا قائم کرنے پر زور دیا ہے۔ اور یہی وہ طریق کار ہے جس پر اہلِ حق علماء کرام خود بھی عمل کر رہے ہیں اور اپنے پیرو کاروں کو اس پر کاربند رہنے کی سختی کے ساتھ تلقین بھی کر رہے ہیں۔

ایسے امن پسند اور صلح جُو حضرات کو بدنام کرنے اور ان پر الزام تراشی کے طرح طرح کے افسانے گھڑے جا رہے ہیں اور چند روز تک آپ دیکھیں گے کہ بعض افراد کے خلاف ایسے ایسے الزامات عائد کیے جائیں گے کہ عقل حیران رہ جائے۔

یہ رجحان ملک میں امن وسلامتی کی فضا خراب کرنے کا اصل سبب ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ایسے رجحانات کا پوری قوت اور ہوشمندی کے ساتھ سدِباب کیا جائے اور ملک کی سالمیت اور اس کے امن و سکون کو کسی قیمت پر بھی کوئی نقصان نہ پہنچنے دیا جائے۔

مولانا مجاہد الحسینی کو صدمہ

بڑے افسوس کے ساتھ یہ اطلاع دی جا رہی ہے کہ خدام الدین کے محترم مدیر جناب مولانا مجاہد الحسینی کی پھوپھی صاحبہ رحلت فرما گئی ہیں۔ مولانا کے لئے پھوپھی صاحبہ کا درجہ والدہ کا درجہ رکھتا تھا۔ ان کی وفات سے مولانا کو گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ ہم مولانا کے غم میں برابر کے شریک ہیں۔ قارئین کرام سے بھی درخواست ہے کہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ (ادارہ)

درس قرآن

دُعا کا فلسفہ

از : حضرت مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی صاحب مدظلہٗ ـــــــ مرتبہ : محمد عثمان غنی

(۵)

میں یہاں دعا کا فلسفہ اور حکمت عرض کر رہا ہوں کہ یہ جو کلماتِ دعائیہ قرآن مجید میں آتے ہیں یہ بہ نسبت دوسری دعاؤں کے زیادہ مؤثر ہیں۔

یہ بھی ساتھ عرض کر دوں۔ کہ جب کسی اللہ کے نیک بندے کے ساتھ تعلق ہو جاتا ہے تو عموماً وہ نیک بندے شریعت کے پابند ہوتے ہیں وہ تو ہمیں یہی دعائیں سکھاتے ہیں جو قرآن مجید میں آتی ہیں، جو احادیثِ نبویہ میں آتی ہیں، جو جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعائیں کی ہیں۔ لیکن جو لوگ ایسے لوگوں کے ساتھ اپنا تعلق قائم کر لیتے ہیں جن کو علوم دینیہ سے مَس نہیں ہوتی تو وہ ایسے وظائف اور دعائیں سکھاتے ہیں جن کا نہ کوئی آگا ہوتا ہے نہ کوئی پیچھا ہے۔ میں تو عرض کرتا ہوں کہ ہمارے اکابر کا تو یہ معمول رہا ہے کہ وہ جب کسی کو کسی بیماری کے لئے یا کسی مدّعا اور کسی مقصود کو حاصل کرنے کے لئے کچھ ورد یا وظیفہ بتاتے تو قرآن مجید سے بتاتے۔

حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ والتسلیم مصر سے نکلتے ہیں، ساری قوم آپؑ کے مخالف ہے۔ آپؑ پر قتل کا الزام ہے، آپؑ مدین تشریف لے جاتے ہیں جہاں شعیب علیہ السلام اللہ کے نبی موجود ہیں۔ آپؑ مدین کے کنوئیں پر پہنچتے ہیں تو وہاں آپؑ نے کہا۔ فَقَالَ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥ — (القصص ۲۴) اے میرے رب! اے میرے پالنے والے! ربّ کا لفظ کہا اے میرے پالنے والے! تیری تربیت میں مختلف صورتیں ہوتی ہیں، کبھی ذرا تنبیہ کرکے تربیت کر دیتا ہے، کبھی لاڈ اور پیار سے تربیت کرتا ہے۔ اے میرے اللہ! جب تُو نے مجھے فرعون کے گھر ناز و نعم میں پلوایا، تب بھی تُو ہی میرا رب تھا، اور میرے اللہ! آج وہی مصر جس میں کہ میری سلامی ہوتی تھی اور مجھے شہزادہ سمجھا جاتا تھا، آج سارے مصر میں صرف ایک آدمی میرا خیرخواہ نکلا۔ جب قبطیوں نے یہ مشورہ کیا کہ موسیٰ علیہ السلام کو قتل کر دیا جائے تو قرآن شریف میں آتا ہے وَجَآءَ رَجُلٌ مِّنْ اَقْصَا الْمَدِیْنَةِ یَسْعٰی ز قَالَ یٰمُوْسٰٓی اِنَّ الْمَلَاَ یَاْتَمِرُوْنَ بِكَ لِیَقْتُلُوْكَ فَاخْرُجْ اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ٥ (القصص ۲۰) سارے مصر میں، اُس وقت کی حکومت جب مخالف ہو گئی تو ایک مرد خیرخواہ نکلا۔ اس نے آ کر حضرت موسیٰؑ سے کہا کہ اے موسیٰؑ! اِنَّ الْمَلَاَ، یہ جتنی ہماری وزارتیں ہیں، یہ تیرے قتل کے لئے مشورہ کر رہی ہیں، فَاخْرُجْ، تُو نکل اس مصر سے، اِنِّیْ لَكَ مِنَ النّٰصِحِیْنَ ٥ میں تیرا خیرخواہ ہوں۔ فَخَرَجَ مِنْهَا خَآئِفًا یَّتَرَقَّبُ ز (القصص ۲۱) حضرتِ موسیٰؑ نکلتے ہیں مصر سے — آپ سوچیں یہ راحت کی نشانی ہے یا تکلیف کی؟ وہ شہزادہ جو ملک کے بہت بڑے بادشاہ کے گھر میں پل رہا ہے اس کو اس کیفیت کے ساتھ نکالا جاتا ہے کہ کوئی اس کا خیرخواہ نہیں ہے۔ وہ نکلتے ہیں مصر سے اور اس انتظار میں ہیں کہ ابھی میں پکڑا جاتا ہوں، ابھی پکڑا جاتا ہوں — مدین پہنچتے ہیں بڑی تگ و دو کے بعد اور مدین میں آ کر درخت کے سائے میں کھڑے ہیں، وہاں بھی کوئی پرسانِ حال نہیں۔ لیکن زبان سے کیا نکلتا ہے؟ رَبِّ اِنِّیْ لِمَآ اَنْزَلْتَ اِلَیَّ مِنْ خَیْرٍ فَقِیْرٌ ٥ (القصص ۲۴) اے میرے پالنے والے رب! تُو میرا رب ہے۔ تُو صحیح سمجھتا ہے، میری تربیت اُس طرح بھی تُو نے کی، اس وقت بھی تو ہی رب تھا، اور اب جو تربیت کر رہا ہے، اب بھی تُو ہی میرا رب ہے۔ تُو نے میرے لئے جو خیر نازل کی ہے میں اس کا محتاج ہوں۔

اس لئے حضورِ انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا ہوتی تھی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ ہر حال میں اللہ کی حمد و ثنا کی جائے۔ بیماری ہو، تب بھی اللہ کی حمد و ثنا، دعا ضرور مانگے اللہ تعالیٰ سے، لیکن شکوہ نہ کرے، پریشانی ہو تب بھی اللہ کی ثنا، کوئی بھی تکلیف ہو — فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔ صرف ایک مقام پر فرمایا۔ وَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ حَالِ اَهْلِ النَّارِ۔ میں ہر حال میں اللہ کی تعریف کرتا ہوں، میں ہر حال میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ صرف ایک حالت سے میں پناہ چاہتا ہوں کہ جہنمی کی کیفیت نہ بنے۔

سیّدنا شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق آتا ہے کہ آپؒ کپڑے کے بہت بڑے تاجر تھے۔ ایک دفعہ آپؒ کا مال کہیں سے آ رہا تھا۔ بغداد میں اطلاع ملی کہ وہ جو جہازوں کا قافلہ تھا، وہ پورے کا پورا غرق ہو گیا، اس میں آپ کا بھی جہاز تھا آپؒ بیٹھے ہوئے تھے اپنی مجلس میں۔ کہنے والے نے خبر بھیج دی۔ تو آپؒ فرماتے ہیں "الحمد للہ" — اللہ کا شکر ہے۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ کچھ دنوں بعد اطلاع ملی۔ "حضرت! آپؒ کا جہاز صحیح سلامت بندرگاہ پر لگ گیا ہے فرمانے لگے "الحمد للہ" تو اس وقت خلفاء میں سے کسی نے کہا۔ "ہم سمجھے نہیں آپ کے الحمد للہ کو۔ اس وقت جب کسی نے خبر دی کہ جہاز ڈوب گیا، اس وقت بھی آپؒ نے کہا۔ الحمد للہ۔ اب جب آپؒ کو اطلاع ملی کہ جہاز سلامت ہے۔ تب بھی آپ فرماتے ہیں الحمد للہ، اس وقت تو غم کی بات تھی اور اس وقت رحمت کی بات، یہ تو الحمد للہ سمجھ میں آتا ہے وہ سمجھ میں نہیں آتا" — آپ

فرماتے ہیں "میں نے الحمد للہ کس بات پر کہا اور تو کیا سمجھا؟ میں نے اس بات پر الحمد للہ کہا کہ جہاز ڈوب گیا ہے؟ — نہیں، جب مجھے یہ اطلاع ملی کہ جہازوں کا پورا قافلہ غرق ہو گیا تو یہ بات تو بڑی وحشت ناک تھی، مالی نقصان تھا۔ فوراً میں نے اپنے دل پر توجہ کی کہ اس خبر کے سننے سے میرا دل یادِ الٰہی سے غافل ہے یا نہیں؟ تو میں نے دیکھا کہ میرا دل باقاعدہ اللہ کا ذکر کر رہا تھا۔ تو میں نے کہا الحمد للہ، کہ آیا یہ دل کہیں ساکت نہ ہو جائے۔ یہ چل رہا ہے، خدا کی یاد کر رہا ہے، مال آنی جانی چیز ہے۔ اس وقت جو میں نے الحمد للہ کہا تھا تو اس بات پر کہا تھا کہ میرے دل میں تیری اس وحشت ناک چیز کے آنے سے کوئی اثر نہیں ہوا۔ میں نے دیکھا کہ میرا دل صحیح سلامت ہے" اللہ تعالیٰ میرے دل کو اور آپ کے دلوں کو اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائے۔

انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام جو دعائیں کرتے ہیں ان کی دعاؤں میں حکمت ہے اور وہ دعائیں ان کی اپنی دعائیں نہیں ہوتیں بلکہ من جانب اللہ ان پر القاء کی جاتی ہیں۔ ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم جب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام اور ان کی والدہ ماجدہ حضرت ہاجرہؓ کو لے کر وہاں پہنچتے ہیں تو آپ اللہ تعالےٰ سے دعا مانگتے ہیں۔ اس دعا میں دو نعمتیں آپ اللہ تعالےٰ سے مانگتے ہیں — بات نعمتوں ہی کی میں کر رہا تھا — عرض کرتے ہیں رَبَّنَا، اے ہمارے پالنے والے (موسیٰ علیہ السلام تو اکیلے تھے، اس لئے وہاں رَبِّ کہا) یہاں تین ہیں۔ آپؑ ہیں، حضرت اسمٰعیل ہیں اور حضرت ہاجرہ ہیں — اور یہ بھی بتایا گیا جدِّ انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو کہ یہ مکہ کبھی بڑا آباد ہوگا۔ رَبَّنَا، اے ہمارے پالنے والے! اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ، میں نے یہاں آکر ٹھہرا دیا اپنی اولاد کا، اپنے قبیلے کا کچھ حصہ، عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ۔ یا اللہ! میں نے ان کو ٹھہرایا کہاں؟ تیرے عزت والے گھر کے پاس — مسجد کے پاس ٹھہرایا۔

جب نئے نئے انگریز ہندوستان میں آئے، تمام ہندوستان کے عیسائی مشنری اکٹھے ہوتے کہ یہ کیا بات ہے بڑا پیسہ خرچ ہو رہا ہے پھر بھی مسلمان دین سے نکلتے نہیں ہیں۔ دیکھو آج دو سو سال کے بعد بھی الحمد للہ ہم مسلمان ہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ پڑھتے ہیں۔ انگریز نے ہمارا کیا بگاڑ لیا؟ کوشش بڑی کی، لیکن مسلمان کے دل سے محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کے مقام کو نہیں نکال سکا اور یہ نہیں نکلے گا ؎

سالارِ کارواں ہے میرِ حجاز اپنا
اس نام سے ہے باقی آرامِ جاں ہمارا

تو یہ تجویزیں پیش کی گئیں کہ کس طرح مسلمان کو عیسائی بنایا جائے، اسے دین سے بیگانہ کیا جائے — ایک عیسائی نے تجویز پیش کی کہ بھائی! اصل میں بات یہ ہے کہ جب صبح ہوتی ہے ایک غریب عورت اپنے گھر میں جھاڑو دیتی ہے تو اپنے چھوٹے بچوں اور بچیوں کو کہتی ہے کہ لو قاعدہ تے چلو مسیتی، جلدی مسیتی جاؤ۔ جب تک تم لوگ ان بچوں اور بچیوں کا تعلق قرآن سے نہ توڑو گے، مسجد سے نہ توڑو گے، ہمارا مشن کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔

تو ابراہیم علیہ السلام نے کیا کہا؟ رَبَّنَآ اِنِّیْٓ اَسْکَنْتُ مِنْ ذُرِّیَّتِیْ اے میرے اللہ! میں اپنی اولاد کا کچھ حصہ، بِوَادٍ، ایسی وادی میں لے آیا، غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ، جہاں کچھ بھی نہیں — لیکن ایک بات ہے عِنْدَ بَیْتِکَ الْمُحَرَّمِ، وہاں تیرا عزت والا گھر موجود ہے۔ رَبَّنَا لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ، اے میرے اللہ! میں ان کو اس لئے لایا تاکہ یہ نماز قائم کریں — یہ پہلا حصہ دعا کا کیا ہے؟ روحانی غذا کا مطالبہ، اس لئے میں نے ان کو یہاں پر آباد کیا تیرے گھر کے پاس، یہ نماز قائم کریں — اور نماز قائم کرنے سے روح کی تربیت ہوتی ہے اسی کو فرمایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ؁ حضورؐ بھی کھانے تھے، حضورؐ بھی پیتے تھے، دودھ پیا حضورؐ نے، شہد پیا حضورؐ نے، گوشت کھایا حضورؐ نے، پھل حضورؐ نے کھائے لیکن آنکھوں کی ٹھنڈک کو کہاں بیان فرمایا؟ ساری حدیثیں پڑھ لیجئے، فرمایا۔ جُعِلَتْ قُرَّۃُ عَیْنِیْ فِی الصَّلٰوۃِ؁ جب میں اپنے رب کے سامنے ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتا ہوں، میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں۔

بھائی ٹھنڈی تو ہوں گی جب میں اپنے محسن کے سامنے کھڑا ہو جاؤں۔ مجھے پتہ ہے جس نے مجھے بنایا، مجھے زندگی دینے والا، مجھے دنیا کی ساری نعمتیں دینے والا، میں اسی کے سامنے کھڑا ہوں۔ اس حضور کے ساتھ ایک نماز بھی پڑھ لیں تو یقین جانئے اللہ ہم سے ایسا راضی ہو جاتے کہ ہم پر رحمتوں کے دروازے کھول دے۔

یہ پیٹ کا کیا مسئلہ ہے؟ اللہ فرماتے ہیں۔ وَلَوْ اَنَّ اَھْلَ الْقُرٰٓی اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ بَرَکٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ (اعراف ۹۶) فرمایا یہ بستیوں والے، 'اٰمَنُوْا'، مجھ پر یقین لے آئیں، وَاتَّقَوْا، اور میری نافرمانی سے بچیں — فرمایا لَفَتَحْنَا عَلَیْھِمْ اَبْوَابَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ، میں ان پر۔ لَفَتَحْنَا، یقیناً، ہم یعنی میں، میرے فرشتے، ان پر رحمتوں کے دروازے کھول دیں گے آسمان سے بھی اور زمین سے بھی — تقویٰ تو کر کے دیکھیں۔ دو چار دن بھوکے رہ کر دیکھیں، بھوکا نہیں چھوڑتا اللہ کسی کو، سب کو پالتا ہے۔ ذٰلِکَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (حم السجدہ ع۹)

لیکن ابراہیمؑ کی دعا کا پہلا حصہ کیا فرمایا؟ اے میرے اللہ! میں اپنی بیوی اور بچے کو تیرے گھر کے پاس لایا؟ کیوں لایا؟ لِیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ؁ تاکہ یہ نماز کے پابند بنیں۔ نماز کی اقامت کریں۔ الحمد للہ، آج تک وہ ندا لگتی ہے، اقامت ہو رہی ہے — مرکز کون ہے نماز کا؟ بیت اللہ شریف۔

(باقی آئندہ)

گذشتہ سے پیوستہ

حکمۃ اللہ البازغۃ ، یعنی اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ

نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمودہ حکمتیں

شیخ بشیر احمد بی اے لودیانوی ، محمد مقبول عالم بی اے لاہور

پھر (یہ بات بھی ثابت ہے کہ) حضرت نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض مواقع پر عبادتوں کے اوقات مقرر کرنے کی حکمتیں بیان فرمائی ہیں جیسے آپؐ نے ظہر سے پہلے چار رکعتوں کے متعلق فرمایا ہے کہ اس وقت آسمانی رحمت کے دروازے کھولے جاتے ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ اُس وقت میرا کوئی نیک عمل اوپر جائے۔

ایسے ہی یوم عاشورا کے روزے کے متعلق آیا ہے کہ (بنی اسرائیل میں) اس کے مقرر ہونے کی وجہ یہ تھی کہ اس دن حضرت موسیٰؑ اور ان کی قوم نے فرعون (کے ظلم) سے نجات پائی تھی۔ اور ہم مسلمانوں کے ہاں اس لئے مقرر ہوا کہ ہم حضرت موسیٰؑ کی سنّت کی پیروی کریں۔

اسی طرح آپ نے بعض شرعی حکموں کے اسباب بھی سمجھائے ہیں۔ چنانچہ سو کر اٹھنے والے کے متعلق فرمایا (کہ وہ ہاتھ کو دھوئے بغیر پانی میں نہ ڈالے) فانہ لا یدری این باتت یدہ کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ سوتے میں اس کا ہاتھ کہاں کہاں لگتا رہا ہے۔ ایسے ہی ناک صاف کرنے کے متعلق فرمایا کہ انّ الشیطان یبیت علیٰ خیشومہٖ شیطان رات کو اس کے نتھنوں میں رہتا ہے۔ (یعنی رات کو گندہ مادہ اس کے ناک میں جمع ہو جاتا ہے) نیز سونے سے وضو ٹوٹنے کے متعلق فرمایا کہ جب انسان لیٹ جاتا ہے تو اس کے جوڑ ڈھیلے پڑ جاتے ہیں۔ ایسے ہی منیٰ میں کنکریاں مارنے کے متعلق ارشاد فرمایا کہ یہ اللہ تعالےٰ کی یاد کو قائم رکھنے کے لئے ہے۔ ایسے ہی گھر میں اجازت لے کر داخل ہونے کے متعلق فرمایا۔ کہ یہ اس لئے ہے کہ انسان کی نظر پردے کی کسی چیز پر نہ پڑ جائے اور بلّی کے (جھوٹے کے) متعلق فرمایا۔ کہ یہ نجس نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہ اُن جانوروں میں سے ہے جو تمہارے گھروں میں آتے جاتے ہیں۔

اور بعض موقعوں کے متعلق فرمایا۔ کہ ان میں حکمت یہ ہے کہ کسی مفسدے کو دُور کیا جائے ـــ مثلاً دودھ پلانے کے زمانے میں عورت کے قریب جانے سے اس لئے روکا گیا ہے کہ اس سے بچّے کو نقصان پہنچنے کا ڈر ہے (مگر دوسری حدیث میں اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اہلِ کتاب کے کہنے پر کہہ دیا تھا جو دراصل مضر نہیں ہے۔ مترجم) یا کفار کے کسی فرقے کی مخالفت کرنا مقصود ہے۔ جیسے آپؐ نے فرمایا کہ سورج شیطان کے دو سینگوں کے درمیان طلوع کرتا ہے اور اسی وقت کافر لوگ اسے سجدہ کرتے ہیں (اس لئے مسلمانوں کو اس وقت نماز پڑھنے سے روکا گیا ہے تاکہ ان کافروں سے مشابہت پیدا نہ ہو جائے۔ مترجم) یا کسی حکم کی حکمت یہ بیان فرمائی کہ دین میں تحریف کا دروازہ بند ہو جائے۔ جیسے حضرت عمرؓ نے اس شخص کو جو فرض ادا کرنے کے بعد وہیں نفل پڑھنے لگ گیا تھا فرمایا کہ تم سے پہلی امتیں اس قسم کی بے احتیاطی کی وجہ سے ہلاک ہوئی ہیں۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَصَابَ اللّٰہُ بِکَ یَا ابن الخطاب۔ (اے ابن خطاب! تیری وجہ سے اللہ تعالیٰ نے معاملے کو ٹھیک کر دیا۔) یا کسی کام کی اجازت اس لئے دی کہ دین میں تنگی محسوس نہ ہو۔ مثلاً آپ نے فرمایا کہ تم میں سے ہر ایک کے پاس دو دو کپڑے ہیں (یعنی اگر نہیں تو ایک ہی کپڑے میں نماز جائز ہے)۔ یا اللہ تعالےٰ کا ارشاد ہے کہ عَلِمَ اللّٰہُ اَنَّکُمْ کُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَکُمْ فَتَابَ عَلَیْکُمْ وَ عَفَا عَنْکُمْ۔ اللہ تعالےٰ جانتا ہے کہ تم لوگ اپنے نفسوں کو دھوکا دیتے تھے تو اللہ تعالےٰ نے تم پر رحمت فرمائی اور تمہیں معاف کر دیا)

بعض موقعوں پر عذاب سے ڈرانے اور نیک کام کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے ان کی حکمتیں بھی بتائیں اور اگر صحابہؓ کو بعض موقعوں پر شبہ پڑ گیا تو آپؐ نے ان کا شبہ دُور فرمایا۔ اور اس معاملے کو بھی ایک قاعدے کے اندر لے آئے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا کہ ایک آدمی کا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا اپنے گھر میں یا بازار میں نماز پڑھنے سے بہ نسبت پچیس گنا زیادہ درجہ رکھتا ہے ـــ پھر اس کی تفصیل یوں بیان فرمائی کہ جب تم میں سے ایک آدمی وضو کرتا ہے اور خوب اچھی طرح سے سنوار کر وضو کرتا ہے، پھر وہ (گھر سے) مسجد کی طرف جاتا ہے اور اس کی نیّت صرف یہ ہوتی ہے کہ جا کر نماز ادا کرے تو اسے قدم قدم پر ثواب ملتا ہے۔ (الحدیث)

نیز فرمایا کہ تمہارے لئے مباشرت میں بھی ثواب ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کیا کوئی اپنی شہوت پوری کرے تو اُسے اجر ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا۔ جانتے نہیں ہو کہ اگر وہ حرام طریقے سے شہوت پوری کرے تو اس کی وجہ سے اُسے گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر وہ حلال طریقہ اختیار کرے تو اُسے اجر ملنا چاہیئے۔

نیز فرمایا کہ اگر دو مسلمان تلواریں کھینچ کر آمنے سامنے آ جائیں، تو قاتل و مقتول دونوں جہنّم میں جائیں گے۔ صحابہؓ نے عرض کیا کہ قاتل تو خیر قاتل ہی ہے لیکن مقتول کا کیا قصور؟ حضورؐ نے ارشاد فرمایا کہ وہ بھی تو اپنے ساتھی (مسلمان) کو

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مقدّس مقامات جو اسرائیل کے جارحانہ قبضہ میں ہیں

الخلیل یا مشہد الخلیل بھی ان مقامات میں شامل ہے

تحریر : بزمی انصاری

جون ۱۹۶۷ء کی پانچ روزہ جنگ میں اسرائیلیوں نے اردن میں واقع بیت المقدس (یروشلم) کے علاوہ جن مقامات مقدسہ پر قبضہ کیا ان میں حضرت عیسیٰ کی پیدائش گاہ بیت الحم اور خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کی آخری آرام گاہ جبرون یا مشہد الخلیل بھی شامل ہے الخلیل کی قدیم تاریخی بستی جسے مذہبی لحاظ سے بے حد تقدس حاصل ہے بیت المقدس سے جنوب رویہ کوئی پچاس ساٹھ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ وادی قدرون سے ہوتی ہوئی ایک سڑک بیت المقدس سے الخلیل تک جاتی ہے۔ جو ویران اور پیچ در پیچ گھاٹیوں سے گزرتی ہے۔ اس سڑک کے دو رویہ اکثر مقامات پر صدیوں پرانے زیتون کے درخت ابھی تک زبان حال سے ماضی کی داستانیں دھراتے نظر آتے ہیں۔ ان میں سے روایتاً کئی ایک درخت حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کے بتائے جاتے ہیں۔ اور بیت المقدس سے متصل جبل زیتون پر واقع جثمانیہ نامی باغ میں زائرین کو ایسے کئی درخت دکھائے جاتے ہیں۔ جو وہاں واقع گرجاؤں کے نگران پادریوں کے قول کے مطابق حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں موجود تھے اور جن کے پتے تبرکاً زائرین کو پیش کیے جاتے ہیں۔

الخلیل کا قدیم نام جبرون یا حبرا ہے۔ لیکن عرب اسے مسجد ابراہیمؑ کے نام سے جانتے ہیں آجکل اس بستی کو مشہد الخلیل یا صرف الخلیل کہا جاتا ہے۔ مشہور جغرافیہ داں یاقوت الحموی زہی شہرۂ عالم تالیف معجم البلدان میں لکھتا ہے۔ جبرون بیت المقدس کے قریب ایک گاؤں کا نام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام مدفون ہیں اور حضرت ابراہیمؑ کے لقب خلیل (اللہ) نے اب جبرون کی جگہ لے لی ہے۔ اس بستی کو حبرا بھی کہتے ہیں۔ یہاں پر جو ہمارے نبی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا روضہ ہے۔ جس میں ان کے علاوہ دیگر انبیاء بھی دفن ہیں۔ حضرت سلیمانؑ نے تعمیر کی تھی۔ حضرت کعب الاحبارؓ کے قول کے مطابق سب سے پہلے اس مقام پر حضرت سارہ علیہا السلام کو دفن کیا گیا۔ روایت یوں بیان کی جاتی ہے۔ کہ جب حضرت اسحاقؑ کی والدہ حضرت سارہ کا انتقال ہوا۔ تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو ان کے دفن کرنے کی فکر ہوئی۔ انہوں نے ایک بلند مقام کو منتخب کیا۔ جس کے نیچے ایک وسیع غار تھا۔ اس قطعہ زمین کا مالک ایک شخص مکفیع نامی تھا حضرت ابراہیمؑ نے اس سے پچاس درم کے عوض پر غار خرید لیا اور حضرت سارہ کو لاکر یہاں پر سپرد خاک کر دیا۔ بعد کے زمانے میں اس مقام نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے خاندانی قبرستان کی حیثیت اختیار کر لی اور اس میں یکے بعد دیگرے خود ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ اور ان کی بیویاں یعنی حضرت رابعہ زوجہ اسحاقؑ اور حضرت لیقا زوجہ یعقوبؑ بھی دفن ہوئیں ایک اور روایت کے بموجب جسے قاضی مجیر الدین حنبلی نے اپنی تصنیف "الانس الجلیل بتاریخ القدس والخلیل" میں تفصیل سے بیان کیا ہے حضرت موسیٰؑ کو بشارت ہوئی کہ وہ دریائے نیل کے اندر سے حضرت یوسفؑ کا مدفون تابوت نکال کر جبرون لے جائیں اور انہیں بھی ان کے باپ دادا کے پہلو میں سپرد خاک کر دیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت یوسفؑ کا تابوت دریائے نیل سے نکلوا کر بحفاظت جبرون پہنچا دیا اور وہیں اب حضرت یوسفؑ علیہ السلام کی بھی آخری آرامگاہ ہے!

ناصر خسرو مشہور ایرانی سیاح کے بیان کے مطابق جو ۱۰۴۷ء میں جبرون کی زیارت کے لئے آیا تھا اس بستی کا قدیم اور اصلی نام جو ارض کنعان حضرت ابراہیمؑ کے تشریف لانے سے پیشتر رائج تھا۔ مرطوم تھا مگر حضرت ابراہیمؑ اور ان کے جلیل القدر فرزندوں سے نسبت پاکر اہل فلسطین و شام نے احتراماً اس بستی کا نام مشہد الخلیل رکھدیا اور بعد کے ایام میں یہ متبرک مقام اسی نام سے معروف و مشہور ہوا!

حضرت داؤدؑ کے وصال کے بعد جب بیت المقدس پر حضرت سلیمانؑ کی حکومت ہوئی تو آپ نے ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کی قبر مبارک پر ایک عظیم الشان عمارت تعمیر کرائی جس کے بارے میں جملہ مورخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اسے حضرت سلیمانؑ کے تابع جنات نے تعمیر کیا تھا۔ کئی ہزار سال پرانی یہ تاریخی عمارت قصبہ کے جنوب میں واقع ہے۔ اور مشرق کی طرف کو چلی گئی ہے اس کی دیواریں چوکور تراشی ہوئی پتھر کی بھاری سلوں سے تعمیر کی گئی ہیں۔ آج کل اس عمارت کو مسجد ابراہیم کہا جاتا ہے!

جبرون پر اسرائیلی قبضہ کے بعد اس مسجد کو یہودیوں نے زبردستی صومعہ (یہودی عبادت گاہ) میں تبدیل کر لیا ہے۔ اور مسلمانوں کو اس مسجد میں نماز ادا کرنے سے جبراً روکدیا گیا ہے۔

اس مسجد کا طول ۶۶ گز اور عرض ۳۷ گز ہے۔ اس کی دیواروں کی اونچائی اوسطاً چالیس فٹ ہے۔ ۱۸۶۲ء میں ملکہ وکٹوریہ کے شوہر شہزادہ البرٹ اور ان کے پوتے شہزادہ جارج نے اس مشہد کی زیارت کی تھی۔ انہوں نے بھی جنات کی تعمیر کردہ اس عمارت کی پیمائش کی تھی۔ اور اپنی پیمائش کا مقابلہ قدیم سیاحوں کے بیانات سے کیا تھا۔ شہزادوں کو یہ دیکھ کر حیرت ہوئی تھی۔ کہ ان کی پیمائش میں جو جدید ترین آلات کے ذریعے کی گئی تھی۔ اور صدیوں پرانے سیاحوں کے بیانات میں جب کہ مساحت کے جدید اوزار ایجاد نہ ہوئے تھے کوئی فرق یا تضاد نہ تھا۔

مسجد ابراہیمی کے اردگرد ایک باغ جس میں انگور کی بیلیں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ انگور کی اس کثرت کے سبب شاید فلسطین میں شراب بڑے پیمانہ پر کشید کی جاتی تھی اور بائیبل میں اکثر مقامات پر انگور کے باغات اور شراب کشید کرنے کا ذکر آیا ہے!

الخلیل کے مضافات میں پھل خصوصاً سیب ناشپاتی اور انگور اس کثرت سے پیدا ہوتے ہیں کہ انہیں مصر اور دیگر عرب ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے کبھی کبھار کثرتِ اثمار کا یہ عالم ہوتا ہے کہ ہمارے نئے دس پیسے کے دھڑی بھر سیب آجاتے ہیں۔ انگور یہاں کے خاص طور پر شیریں اور رس بھرے ہوتے ہیں!

اس عمارت میں نہایت قیمتی غالیچوں کا فرش ہے اور انبیاء علیہم السلام کے مزارات پر بلند تعویذ تعمیر کر دیئے گئے ہیں۔ نیچے ایک گہرا غار ہے۔ جس میں حضرت ابراہیمؑ حضرت اسحاقؑ حضرت یعقوبؑ، حضرت سارہؑ۔ حضرت رابعہؑ اور حضرت لیقاؑ کے مزارات ہیں اس غار کے دہانہ پر ایک قندیل روز و شب روشن رہتا ہے۔ نیچے

(باقی ص۱۸ پر)

امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ علیہ

"سبحان اللہ! ان کا کیا کہنا، وہ تو اگر لکڑی کے ستون کے متعلق بھی یہ دعوےٰ کر دیتے کہ یہ سونے کا ہے تو اس دعوےٰ کو بھی دلائل سے ثابت کر دکھاتے"

یہ ہے امام دارالہجرت حضرت مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا وہ ارشاد جو آپ نے امام اعظم حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے متعلق فرمایا۔ آئیے ہم معلوم کریں کہ امام ابوحنیفہ میں وہ کیا خصوصیات تھیں جن کی بناء پر امام مالک کو آپ کے بارے میں اتنی بڑی بات کہنا پڑی۔ اور پھر ہم بھی اپنے اندر وہی خصوصیات پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

آپ کا نام نامی نعمان اور والد کا نام ثابت تھا۔ چونکہ آپ کا دین وہ دینِ حنیفی تھا جس کا ذکر قرآن مجید نے ان الفاظ میں فرمایا ہے "قل بل ملۃ ابراھیم حنیفا" اس لئے آپ نے اپنے لئے "ابوحنیفہ" کنیت اختیار فرمائی جو نام سے بھی زیادہ مشہور ہو گئی۔ لیکن یہ حقیقت بہرحال افسوسناک ہے کہ آج وہ مسلمان جو امام ابوحنیفہ کے مقلد ہونے کا دعوےٰ رکھتے ہیں ان کی اکثریت آپ کے پورے نام سے بھی واقف نہیں۔

آپ کے والد محترم اپنے وقت کے ایک محدث و مفسر اور ساتھ ہی ایک مشہور رئیس و تاجر تھے۔ اسی طرح آپ کی والدہ ایک عابد و زاہد باپ کی بیٹی، خود قرآن مجید کی حافظہ، باحیاء و مالک عصمت و عفت خاتون تھیں۔ اہل حاملانِ فضل و کمال ماں باپ کے گھر ۸۰ھ میں فقہِ اسلامی کا وہ معلم اعظم اور قانونِ خداوندی کا وہ مفسر بیٹا پیدا ہوا جس کا نام انہوں نے نعمان رکھا اور جس کو آج ہم امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ مقامِ ولادت وہ شہرِ کوفہ تھا جو امیرالمومنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عہد میں آپ کے حکم سے آباد ہوا اور جو عہدِ صحابہ کے بعد تابعین کے دور میں علمِ حدیث و فقہ کا تیسرا بڑا مرکز تھا۔ یہاں خیرالقرون کے بعد بھی سینکڑوں صحابہ کا قیام رہ چکا تھا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے عہدِ خلافت میں اس شہر کو اپنا دارالخلافہ بنایا۔ یہاں بے شمار محدثین پیدا ہوئے اور بیسیوں آئمہ دین نے اس کو اپنا مسکن بنایا۔ چنانچہ حضرت ثابت کے صاحبزادے نعمان کو بچپن ہی سے بڑے بڑے آئمہ کی صحبت نصیب ہوئی۔ اس وقت جو بزرگ کوفہ میں موجود تھے ان میں سے حضرت ابراہیم نخعی اور حضرت حماد بن ابی سلیمان رحمہما اللہ کے نام بہت مشہور ہیں۔ حضرت نعمان بن ثابت کو ان میں سے حضرت حماد رح کی خدمت میں زیادہ حاضری کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ آپ نے بصرہ میں جا کر وہاں کے شیوخ سے بھی علم حاصل کیا۔ ان شیوخ میں سے ایک مشہور تابعی حضرت امام قتادہ رحمہ اللہ ہیں۔ بصرہ میں آپ نے حدیث کے ایک اور امام حضرت شعبہ رحمہ اللہ سے بھی حدیث حاصل کی۔ یہ وہی شعبہ ہیں جنہوں نے اپنے اس لائق شاگرد کے بارے میں فرمایا تھا کہ "جتنا مجھے یقین اس بات پر ہے کہ سورج روشن ہے اتنا ہی یقین اس پر بھی ہے کہ ابوحنیفہ اور علم ایک ہی چیز ہیں"۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو اللہ تعالیٰ نے ذہانت و فطانت، حفظ و ذکاوت اور ادب و شائستگی جیسے اعلیٰ اوصاف سے مالا مال فرمایا تھا۔ سترہ برس کی عمر تک آپ نے کوفہ اور بصرہ کے علماء سے تحصیلِ علم کی۔ جب سترہ سال کے ہوئے تو والد کے ہمراہ حج بیت اللہ کو روانہ ہوئے — مکہ معظمہ پہنچ کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم خاص حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے ملاقات اور سماعِ حدیث کا شرف حاصل کیا دوسرے تابعی محدثین سے بھی ملے اور حدیث سنی۔ پھر مدینہ منورہ پہنچے وہاں مشہور محدث حضرت عطاء بن ابی رباح اور دوسرے شیوخ کے سامنے زانوئے ادب تہ کیا۔ اسی طرح تحصیل علم بالخصوص علم حدیث کی غرض سے اور بھی بہت سفر کئے۔ ہزاروں محدثین سے ملے اور حدیث و فقہ میں کمال حاصل کر لیا۔

زہد و عبادت میں آپ کا یہ حال تھا کہ آپ کی عبادت کے واقعات ضرب المثل بن چکے ہیں چنانچہ مشہور ہے کہ آپ نے عمر کے پورے چالیس سال اس طرح گذارے کہ عشاء کی نماز کا وضو کرتے، مصلے پر کھڑے ہوتے، نماز پڑھتے، نماز کے بعد نوافل میں جو مشغول ہوتے تو صبح ہو جاتی اور آپ اسی عشاء کے وضو سے فجر کی نماز پڑھتے۔

حج کو جاتے تو وہاں صرف دو حالتوں میں دیکھے جا سکتے تھے۔ حالتِ طواف میں یا حالتِ نماز میں۔ آپ نے اسی سال کی عمر میں جو حج کئے ان کی تعداد پچپن ہے۔

آپ کی صحبت میں کئی کئی مہینے گذارنے والے لوگوں کا بیان ہے کہ ہم نے دن یا رات میں کبھی امام صاحب کو بستر سے پہلو لگاتے بھی نہیں دیکھا، یہ واقعہ تو بیسیوں مرتبہ ہوا اور کئی حضرات اس کے شاہد ہیں کہ آپ رات کو نوافل کے لئے نیت باندھتے، فاتحہ کے بعد قرآن مجید پڑھنا شروع کرتے اور پڑھتے چلے جاتے حتیٰ کہ اسی ایک رکعت میں پورا قرآن ختم کر دیتے۔ (سبحان اللہ!)

خدا کی عبادت میں اس قدر محویت و مصروفیت کے باوجود آپ کبھی بھی اس دور کے صوفیوں

کی طرح ایک حجرہ نشین صوفی نہیں تھے بلکہ ملکی سیاسیات میں آپ کا کردار بہت بلند اور آپ کا حصہ بہت زیادہ تھا، تجار و رؤسا میں آپ کو ایک اعلیٰ مقام حاصل تھا۔ علماء و فقہاء کے آپ امام اور استاد تھے اور قانون اسلامی کے ایک مہذب و مرتب کی حیثیت سے آپ کی مصروفیات کچھ کم نہ تھیں۔

سیاست میں آپ کی مساعی ہمیشہ اہل بیتِ نبویؐ کے ساتھ رہیں اور آپ نے عمر بھر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کے قیام کے لئے کوششیں جاری رکھیں۔ آپ حجاج بن یوسف کی گورنری عراق کے زمانے میں پیدا ہوئے۔ امیرالمومنین حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ کا زمانۂ خلافت، آپ کا عہدِ شباب تھا۔ اور عباسی خلیفہ منصور کے زمانہ میں انتقال فرمایا۔ خلفاء کے درباروں میں آپ کی حق گوئی اور جرأت و بیباکی کے واقعات پر دنیا بھر کے حق گو حق پسند لوگ فخر کر سکتے ہیں۔ قربِ سلطانی اور درباری مراتب و مناصب اور خطابات سے آپ نے ہمیشہ احتراز کیا اور اس سلسلے میں آپ کو کوڑوں کی سزائیں بھی برداشت کرنا پڑیں اور بعض اوقات روپوش بھی ہوئے، لیکن آپ نے یہ سب کچھ خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے حق پر استقلال اور مضبوطی سے قائم رہ کر ان لوگوں کے لئے نمونہ قائم فرما دیا جن کی حریص نگاہیں شاہی عہدوں اور خطابات پر لگی رہتی اور جن کی جبینیں حصول تقرب کی خاطر وقت کے معمولی حکام کے سامنے جھک جاتی ہیں۔

ملک کے اندر و باہر دُور دُور تک آپ کی تجارت چلتی تھی۔ کپڑے کے ایک بہت بڑے کارخانے کے مالک تھے۔ تمام بڑے بڑے شہروں میں آپ کے بیسیوں نمائندے کام کرتے تھے۔ اور آپ بذاتِ خود ان کی نگرانی فرماتے۔ اتنی وسیع تجارت کے باوجود آپ نے نہ تو خود کبھی دیانت و امانت کو ہاتھ سے چھوڑا اور نہ کبھی اپنے کارندوں کو اس کی اجازت دی۔ آپ نے ایک مدرسہ بنا رکھا تھا جس میں سینکڑوں غریب و مسافر طلباء ہر وقت آپ سے اکتسابِ فیض کے لئے موجود رہتے تھے۔ آپ بجائے اس کے کہ ان طلباء کے نام پر قوم سے چندہ مانگ کر اس سے اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بڑی بڑی کوٹھیوں کی عمارتیں بلند کرتے، اپنی تجارت سے منافع کے طور پر حاصل ہونے والی رقم کو ان طلباء کی کفالت، محدثین کی خدمت اور علماء کی ضروریات میں خرچ کرتے۔ یتامیٰ و مساکین کے وصی و کفیل بن کر ان کے مالوں پر قبضہ کرنے کی بجائے اپنی جیب سے ان کی امداد فرماتے۔ اور خدا کے برگزیدہ بندوں میں سے ہونے کے باوجود دوسروں سے دعائیں لینا اور مخلوق کی خدمت کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے۔

امام صاحب کی دینی خدمت تو اتنی عظیم ہے کہ اس کے ذکر میں اب تک بے شمار ضخیم کتب لکھی جا چکی ہیں اور آئندہ بھی لکھی جاتی رہیں گی آپ نے کوفہ میں تقریباً نو سو علماء کو ایک مجمع علمی کے طور پر جمع فرمایا جن میں سے چالیس علماء اجتہاد کا درجہ رکھتے تھے آپ نے ان کی مدد سے فقہ اسلامی کی تدوین کی عظیم خدمت سرانجام دینے کا بیڑا اٹھایا ان سب علماء کے درمیان ایک ایک مسئلہ پر گھنٹوں اور بعض اوقات ہفتوں بحثیں ہوتیں۔ ہر شخص آزادی سے اپنی رائے ظاہر کرنے اور اپنا مؤقف بیان کرنے کا حق رکھتا تھا۔ طویل بحثوں کے بعد جب تمام علماء کسی بات پر اتفاق کر لیتے تو اس کو امام صاحب کی خدمت میں پیش کرتے۔ اور اگر آپ بھی اس سے اتفاق فرماتے تو اس کو تمام حاضرین اپنی اپنی بیاضوں میں لکھ لیتے۔ اور اس طرح یہ مسئلہ امت کے برگزیدہ علماء کا اجتماعی مسئلہ بن جاتا۔ یہی وجہ ہے کہ امام صاحب کی مرتب کردہ فقہ کو اتنی مقبولیت حاصل ہوئی کہ آج وہ امتِ مسلمہ کے اسی۸۰ فیصد لوگوں کے مذہب کی حیثیت رکھتی ہے اور آپ کی یہی خدمت ہے جس کے صلے میں امت نے آپ کو امام اعظم کا خطاب دیا۔ دوسرے ائمہ مجتہدین کے مذاہب کے اس قدر مقبول نہ ہونے کا سبب یہی ہے کہ انہوں نے فقہ کی ترتیب میں اکثر اپنی رائے کو استعمال فرمایا اور امام صاحب رحمہ اللہ نے ہمیشہ اجماع کو مقدم رکھا۔

جس طرح صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفاءِ اربعہ کا مرتبہ سب سے اونچا ہے اور ان میں سے بھی حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں اسی طرح آئمۂ دین میں چار آئمہ حضرت امام ابوحنیفہؒ، حضرت امام مالکؒ، حضرت امام شافعیؒ اور حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا مرتبہ سب سے بلند ہے اور پھر ان چاروں میں سے امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مقام اعلیٰ و ارفع ہے۔

ہزاروں آئمۂ دین و علماءِ امت کو آپ سے شرفِ تلمذ حاصل ہے۔ عہدِ ہارونی کے قاضی القضاۃ (چیف جسٹس) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ، امام صاحب کے چار پانچ خاص شاگردوں میں سے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن مبارک جن کو امت "امیرالمومنین فی الحدیث" کے لقب سے یاد کرتی ہے ایک عرصہ تک آپ کی خدمت میں رہے اور اکتساب کمال کیا۔ حدیث کی مشہور کتاب بخاری شریف جس کو "اصح الکتب بعد کتاب اللہ" (اللہ کی کتاب کے بعد سب سے زیادہ صحیح کتاب کہا گیا ہے) اس کے مصنف حضرت امام ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری رحمہ اللہ، امام ابوحنیفہ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔

خلیفہ منصور عباسی کے عہد میں اس کے ظلم سے تنگ آ کر آپ نے اہل بیت کو برسرِ اقتدار لانے کے لئے اپنی مساعی تیز تر کر دیں۔ اس پر منصور نے آپ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا تاکہ آپ اہل بیت کی حمایت اور منصور کی مخالفت سے باز آ جائیں۔ اس مقصد کے لئے اس نے آپ کو قاضی القضاۃ کا عہدۂ جلیلہ پیش کیا۔ لیکن آپ نے اس عہدہ کو قبول کرنے سے صاف انکار کر دیا جس سے منصور سخت ناراض ہوا اور آپ کو جیل میں ڈال دیا لیکن آپ نے جیل میں بھی تبلیغ حق اور حمایت اہل بیت کا مشن جاری رکھا جس سے منصور کو مزید خطرہ ہوا۔ اور بالآخر اس نے آپ کو خفیہ طور پر قید خانہ میں ہی زہر دلوا دیا۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ ۱۵ رجب ۱۵۰ھ کو علم و عرفان،

(باقی ص۱۸ پر)

جمعیۃ علماءِ اسلام کے خلاف خطرناک سازش

احمد حسین کمال

پاکستان میں جس جماعت کی پالیسی، مؤقف، پروگرام، طریق کار، تقریریں اور تحریریں سب سے زیادہ امن پسندانہ، معتدل اور عوام میں اتحاد و خیرسگالی پیدا کرنے والی ہیں وہ جماعت صرف جمعیۃ علماء اسلام ہے جس کی قیادت و راہنمائی حضرت مولانا محمد عبداللہ صاحب درخواستی، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب، حضرت مولانا پیر محسن الدین صاحب اور حضرت مولانا غلام غوث صاحب ہزاروی جیسے اکابر اور پختہ کار افراد کر رہے ہیں اور جس کے مایہ ناز کارکنوں میں مولانا ضیاء القاسمی، قاری نورالحق، مولانا عبدالشکور دین پوری اور ان جیسے سینکڑوں، ہزاروں نوجوان علماء گریجوٹ شامل ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام آج کچھ گروہوں اور لوگوں کی نظروں میں صرف اس لئے مغضوب بنی ہوئی ہے کہ اس نے ان کی ایسی پالیسیوں میں ساتھ دینے سے انکار کر دیا تھا جس کے نتیجہ میں پاکستان کے مسلمانوں کے درمیان خطرناک کشت و خون برپا ہو سکتا تھا۔

جمعیۃ علماء اسلام سے ایک طبقہ ناراض ہی اس لئے ہے کہ اس نے ایسے سیاسی فتوؤں کی حمایت کیوں نہیں کی جن کی رو سے مسلمان ملت کا ایک حصہ کافر بن جاتا ہے اور جن کے ساتھ ملت کے دوسرے حصہ کا خونریز تصادم ممکن ہو سکتا ہے۔

چنانچہ جمعیۃ علماء اسلام کے اتنے واضح مؤقف کی روشنی میں جو فرد اور گروہ اس پر اشتعال انگیزی اور دشنام طرازی کا الزام عائد کرتا ہے یقیناً اس کے دل میں خطرناک چور سمایا ہوا ہے۔

مودودی صاحب پر حملہ کا جو منصوبہ ان کی قیام گاہ اچھرہ لاہور سے ملک بھر میں نشر کیا گیا ہے اس کی مشکوکیت سے قطع نظر اس منصوبہ کے ذریعہ مودودی صاحب نے بہ نفس نفیس اور بزبانِ خود جمعیۃ علماء اسلام اور مولانا ضیاءالقاسمی صاحب کو بطور خاص ہدفِ الزام بنایا ہے۔

اور یہ تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام، مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے خلاف اشتعال پھیلاتی ہے۔ حالانکہ جہاں تک مودودی صاحب کے افکار و عقائد اور سیاسی نظریات کا تعلق ہے جمعیۃ علماء اسلام سب سے آخری جماعت ہے جس نے دوسروں کی نسبت کم سے کم اور محتاط تر تنقید کی ہے۔

مودودی صاحب کے غلط سیاسی مسلک پر پاکستان کے قائم ہوتے ہی سب سے پہلے مسلم لیگ کی صفوں سے اعتراضات ہوئے۔ سب سے پہلے نوائے وقت کے مدیر مرحوم حمید نظامی نے ان کی پاکستان دشمن سیاست کو بے نقاب کیا۔ سب سے پہلے تحریک پاکستان کے مسلم لیگی کارکنوں نے ان کی سیاسی روش کی غلطیوں کا مواخذہ شروع کیا اور مفصل کتابیں لکھیں۔

اس طرح ان کے مذہبی نظریات پر گرفت کرنے والے سب سے پہلے افراد و گروہ علماء اہل حدیث، علماء بریلی اور علماء تھانوی ہیں ——— اہلِ حدیث عالم مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے ان کے مخفی نظریۂ انکارِ حدیث کو سب سے پہلے واضح کیا۔ مولانا سلیمان ندوی مرحوم نے سب سے پہلے ان کی مدعیانہ تحریکیت کے خلاف قلم اٹھایا، مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے ان کی تحریروں میں بے دینی کی بو محسوس کی۔

علماء بریلی میں سے مولانا احمد سعید کاظمی اور مولانا محمود رضوی صاحب جیسے حضرات نے ان کے افکار کی خرابیوں پر گرفت کی۔

غرضیکہ خالص دینی اساس پر علماءِ اہلِ حدیث، علماء دیوبند و تھانہ بھون، علماءِ ندوہ، علماءِ بریلی، علماءِ شیعہ نے مودودی صاحب کے افکار کی غیراسلامیت کو نمایاں کیا اور سیاسی و ملّی بنیاد پر سب سے پہلے حمید نظامی مرحوم اور مسلم لیگ کے سابق کارکن حضرات نے مودودی صاحب کی سیاست کی تباہ کن روش کی نشان دہی کی۔

جمعیۃ علماء اسلام کا قصور یہ ہے کہ اس نے مذکورہ بالا مذہبی و سیاسی حلقوں کی زبانی و تحریری کوششوں سے آگے بڑھ کر سیاست و مذہب کے عملی میدان میں مودودی صاحب کی غیر اسلامی پیش قدمیوں کو روکا اور عوامی سطح پر ان کے ایسے افکار و روش کو تنقید کی سان پر رکھا جن سے اسلامی عقائد، اسلامی تاریخ اور پاکستان کی اسلامی سیاست پر سخت ضرب پڑتی ہے اور جو پاکستان کے مسلمانوں میں تصادم برپا کرنے کا موجب بن رہے ہیں۔

جمعیۃ علماء اسلام کا یہ قصور مودودی صاحب اور ان کے حواریین کے نزدیک سخت ناقابل معافی ہے اس لئے کہ ان کے سیاسی عزائم اس طرح متاثر ہوتے ہیں۔

چنانچہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت اور ان کے وابستگان پوری قوت کے ساتھ جمعیۃ علماء اسلام کے خلاف میدان میں نکل آئے اور مخالفت کا ہر وہ حربہ اختیار کیا جو بد سے بدتر ہو سکتا ہے۔ کہیں کانگریسیت کا طعنہ دیا حالانکہ مودودی صاحب اور ان کی جماعت کے نامۂ اعمال میں پاکستان کی شدید مخالفت کا سیاہ ترین

باب ابھی تک موجود چلا آرہا ہے
کبھی اشتراکیت کا الزام جمعیۃ کو دیا۔
حالانکہ مغربی جمہوریت سرمایہ دارانہ نظام
اور مغربی بلاک کی سامراجانہ پالیسیوں
کے ساتھ مودودی صاحب اور ان
کی جماعت کی موافقت یا عدم مخالفت
ناقابل تردید ہے اور کبھی یہ تاثر
دیا کہ یہ صرف جمعیۃ علماء اسلام
ہے جو ان پر توہین انبیاء و صحابہ
کا الزام عائد کرتی ہے۔ درآنحالیکہ
مودودی صاحب کی بے شمار تحریریں
آج بھی یہ ثابت کرنے کے لئے
کافی ہیں کہ ان سے کہیں کہیں
زد انبیاء علیہم السلام، صحابہ کرام،
اسلاف عظام کے مقام و مرتبہ پر
پڑتی ہے۔

لیکن جمعیۃ علماء اسلام کے خلاف
یہ سب حربے ناکام ثابت ہوئے
اور مودودی صاحب اپنی ہر آن
بدلتی ہوئی سیاسی و مذہبی روش کی
بدولت اور سستی مقبولیت حاصل
کرنے کی جا و بے جا کوششوں کے
نتیجہ میں روز بروز اپنی جماعت کا
وقار عوام میں کھوتے رہے جبکہ
جمعیۃ علماء اسلام اپنے ٹھوس اور خالص
اسلامی طرز عمل کی وجہ سے عوام
کے بہت قریب آ گئی۔

اس صورتِ حال نے غالباً مودودی
صاحب کو شدید مایوس و مضطرب کر
دیا۔ اور اب وہ ایک نہایت ہی
اوچھے حربے کے ساتھ جمعیۃ کے
خلاف اترے ہیں۔ ۱۳ سال کے ایک
بچے کے نام سے ان کے قتل
کے منصوبہ کے واقعہ پر انہوں نے
جس ردِ عمل کو پریس کے حوالہ
کیا ہے وہ صاف صاف جمعیت
علماء اسلام کے خلاف ان کے
منافقانہ ارادوں کا آئینہ دار ہے
اور ان کے اس جذبہ کا مظہر
ہے کہ وہ اب جمعیۃ کے رہنماؤں
کے خلاف متشددانہ لہر پیدا کرنا
چاہتے ہیں اور کسی خفیہ گٹھ جوڑ
کے سہارے ان پر حکومت کی
ضرب لگانا چاہتے ہیں۔

انہوں نے اس موقعہ پر جس
طرح مارشل لاء کی دفعہ ۶۰ کا ذکر
کیا ہے اس سے ان کے عزائم کا
اظہار ہو جاتا ہے۔

جمعیۃ علماء اسلام مودودی
صاحب اور ان کے دوستوں کی
دھمکیوں سے ہراساں نہیں ہوسکتی
وہ اسلام اور پاکستان کے مسلمان
عوام کی سیاسی و مذہبی خدمت سے
دستبردار نہیں ہوگی۔

وہ کسی فرد اور گروہ کو اسلام
کی شریعت اور تاریخ پر دست درازی
کی اجازت نہیں دے گی۔

البتہ ہم موجودہ حکومت سے
یہ گذارش کریں گے کہ مودودی صاحب
نے اپنے قتل کے جس منصوبہ کو
جمعیۃ علماء اسلام کو بدنام کرنے
کا ذریعہ بنایا ہے، اس نے جمعیت
علماء اسلام کے رہنماؤں، کارکنوں کے
لئے بعض خطرات پیدا کر دئے ہیں۔
جمعیۃ علماء اسلام کے اکابر اور ارکان
پر اس سے پہلے بھی حملے اور فائرنگ
ہو چکی ہے اور متعدد مقامات سے ہمارے
پاس یہ اطلاعات آئے ہیں کہ وہاں جمعیۃ
کے کارکنان کو مودودی جماعت کے
افراد کی انگیخت پر مقامی انتظامیہ کے
بعض افراد نے پریشان کیا ہے۔

اس واقعہ کے بعد ان باتوں میں
بہت کچھ اضافہ ہو سکتا ہے جمعیۃ کے
افراد کی زندگیاں خطرے کا شکار ہوسکتی
ہیں، جمعیۃ کے کارکنان کو مقدمات میں
پھانسا جا سکتا ہے۔

اگر جمعیۃ جیسی امن پسند اور معتدل
جماعت اس طرح کی سازش کا نشانہ
بن جاتی ہے تو اس کے بعد ملک
میں سیاسی تصادم کے بہت زیادہ بڑھ
جانے کے امکانات اُبھر آئیں گے اور
یہ صورت حال ملک کے استحکام کے
لئے تباہ کن ثابت ہو سکتی ہے۔ کیا
حکومت سیاسی اعتبار سے ناکام ہوجانے
والی جماعتوں و افراد کو یہ کھیل کھیلنے
کی چھٹی دے دے گی؟

اس وقت یہ سوال پاکستان کے
مستقبل کے لئے وجۂ تشویش بن گیا ہے۔

بقیہ: اردو ترجمہ حجۃ اللہ البالغہ

قتل کرنا چاہتا تھا۔
ان کے سوا اور بھی بہت سے
موقعے ہیں جن کا شمار دشوار ہے۔

صحابہ کرامؓ کی بیان کی ہوئی حکمتیں

حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے جمعہ
کے دن غسل کرنے کی حکمت بیان
فرمائی کہ عرب کے لوگ محنتی ہیں
انہیں پسینہ آ جاتا ہے اور کپڑے
بھیگ جاتے ہیں اور بدن سے بدبو
آنے لگتی ہے، دوسروں کو تکلیف ہوگی۔
اس لئے ہفتہ میں ایک بار جمعہ کے
دن غسل کرکے آئیں۔ مترجم) اور زید
بن ثابتؓ نے پھل پکنے سے پہلے
بیچنے سے منع کرنے کی حکمت واضح
کی کہ اگر وہ کسی آفت سے تلف
ہو جائے تو خریدار کو گھاٹا پڑے گا
اور جھگڑا پیدا ہوگا۔ مترجم) ایسے ہی
عبداللہ بن عمرؓ نے اس بات کی
حکمت بیان کی کہ بیت اللہ کے چار
کونوں میں سے صرف دو کونوں کو
کیوں ہاتھ لگایا جاتا ہے کہ جن دو
کونوں کو ہاتھ لگایا جاتا ہے یہ حضرت
ابراہیمؑ کی اٹھائی ہوئی بنیادوں پر
قائم ہیں اور دوسرے کونے اصل بنیادوں
سے ہٹ گئے ہیں۔ مترجم)

صحابہؓ کے بعد آنے والے تابعین اور مجتہدین کی بیان کی ہوئی حکمتیں

پھر صحابہ کرام کے بعد ان کے
شاگرد تابعین اور ان کے بعد مجتہد
علماء احکام کی حکمتیں بیان کرتے رہے
ہیں اور ان کے معانی سمجھاتے رہے
ہیں اور قرآن و حدیث کے منصوص
احکام کی مناسب علتیں اور اسباب
بیان کرتے رہے ہیں کہ یہ حکم کسی
ضرر کو دور کرنے یا کوئی فائدہ حاصل
کرنے کے لئے ہے۔ جیسے کہ یہ سب
باتیں ان کی کتب اور ان کے مذاہب
میں تفصیل کے ساتھ بیان کی ہوئی
موجود ہیں۔

دیگر حکمائے امت کی بیان کی ہوئی حکمتیں

ان کے بعد غزالیؒ، خطابیؒ ابن
عبدالسلامؒ اور ان جیسے اور لوگ آئے ۴

۴ اللہ تعالٰے ان سب کی کوششوں کو
قبول فرمائے۔ انہوں نے باریک نکتے
نکالے اور نہایت بلند درجے کی
تحقیقات پیش کی ہیں۔

★

محراب ومنبر

مکّہ ★ آزمائشوں کا شہر

محمود فاروقی

مکہ میں اوروں کی طرح ابوبکر صدیقؓ کے لیے بھی زندگی دشوار اور سخت ہوگئی ۔ انہوں نے بھی چاہا کہ مکہ سے کوچ کرکے صحرائے عرب میں نکل جائیں ۔ اور کسی دور دراز کی آبادی میں جا کر پناہ لے لیں ۔ اس وقت تک یہ صورت تھی کہ بعض مسلمانوں کو ان کے خاندان والوں نے پناہ دے رکھی تھی ۔ وہ نہیں چاہتے تھے کہ اُن کے خاندان کا آدمی باوجود اس کے کہ وہ مسلمان ہو چکا ہے ۔ دوسرے خاندان والوں کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہو ۔ اسی لئے وہ ان کی حفاظت کا ذمہ لئے ہوئے تھے ۔ حضرت صدیقؓ مکہ کے نہایت معزز اور معروف آدمی تھے ان کی شرافت، دیانت اور حسنِ اخلاق کا لوگوں پر بڑا اثر تھا ۔ چونکہ وہ ایک کامیاب تاجر تھے اس لیے مالی اعتبار سے بھی ان کی حیثیت اچھی تھی ۔ لوگوں سے حسن سلوک کے سبب مکہ کے اکثر لوگ ان کے احسان مند تھے ۔ یہی وجہ تھی کہ سردارانِ قریش کو کبھی ان کے خلاف کسی طرح کی معاندانہ کارروائی کرنے کی جرأت نہیں ہوئی حالانکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت صدیقؓ رسولؐ اللہ کے دستِ راست ہیں ۔ اور انہی کی جد و جہد سے دوسرے لوگ بھی اسلام کی طرف مائل ہوئے ہیں ۔ اور یہ واقعہ ہے کہ انہوں نے اپنی ساری آمدنی اللہ کے دین کی اشاعت اور مسلمانوں کی حمایت و مدد کے لیے وقف کر رکھی تھی ۔ یہاں تک کہ آخر زمانہ میں جبکہ منکرین حق سے یہ کش مکش بہت تیز ہو گئی تھی اور قریش نے مسلمانوں کے ساتھ عملاً معاشرتی انقطاع کر رکھا تھا ان کی تجارت پر بھی بہت بُرا اثر پڑا تھا ۔ اور سارا کاروبار ختم ہوگیا تھا ۔

اسی زمانہ میں قریش کے خاندانوں نے بنو ہاشم پر دباؤ ڈالا کہ وہ رسول پاکؐ کی حمایت سے دست بردار ہو جائیں مگر آپؐ کے چچا ابوطالب نے ان کی اس بات کو ماننے سے انکار کر دیا ۔ اس کے جواب میں سردارانِ قریش نے بنو ہاشم کے مقاطعہ کا فیصلہ کر لیا اور ابی طالب اپنے خاندان اور رسول پاکؐ کو لے کر شہر سے نکل گئے اور ایک گھاٹی میں پناہ گزین ہو گئے ۔ دوسرے وہ مسلمان بھی جن کو ان کے خاندانوں نے قریش کے دباؤ کی وجہ سے علیحدہ کر دیا تھا ۔ اور ان کی تولیت کو منسوخ کر دیا تھا ۔ شعب ابی طالب میں چلے گئے ۔ اس وقت حضرت ابوبکرؓ کو رسولؐ اللہ نے اجازت دیدی کہ وہ بھی کسی اور جگہ جا کر پناہ لے لیں ۔ یہاں تک کہ حالات میں کوئی خوشگوار تبدیلی ہو ۔

رسولؐ اللہ سے اجازت لے کر حضرت ابوبکرؓ مکہ سے نکل گئے ۔ مگر دو روز کی مسافت پر گئے تھے کہ ایک شخص مالک جو ابن دغنہ کے نام سے مشہور تھا اور کسی جگہ سے واپس جا رہا تھا ۔ راستہ میں ان سے ملا ۔ مالک کا تعلق حارث کنانہ کے قبیلہ سے تھا ۔ اور وہ اپنے قبیلہ کا سربراہ تھا ۔

قریش کے بعض قبیلوں کی چیرہ دستی سے تنگ آکر مکہ کے تین قبیلوں نے جن کے نام مصطلق، حمون اور حارث کنانہ تھے ۔ باہم رفاقت کے عہد و پیمان باندھے تھے ۔ تینوں قبیلوں کے سرداروں نے جس مقام پر حلیفی کا معاہدہ کیا تھا وہ مکہ سے باہر احابیش کے نام سے مشہور تھی ۔ اس کا نام احابیش غالباً اس لیے پڑا تھا کہ جس زمانہ میں ابرہہ نے حبشہ کی فوجوں کے ساتھ مکہ کا محاصرہ کیا تھا تو اس کی خیمہ گاہ اس مقام پر لگائی گئی تھی ۔

اس عہد و پیمان کے بعد تینوں کی متحدہ طاقت اتنی مستحکم ہو گئی تھی کہ قریش کے دوسرے قبیلے ان کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی نہیں کر سکتے تھے ۔ احابیش قبیلے عموماً دوسرے قبائل کے مقابل سمجھے جاتے تھے ۔ ابن دغنہ یا مالک اپنے تینوں احابیش قبائل کا سربراہ تھا ۔ اس لیے مکہ میں اس کا اثر و رسوخ بہت زیادہ تھا ۔

جب مالک نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو اس طرح، صحرانوردی کرتے ہوئے پایا تو اُسے بہت دکھ ہوا ۔ بیشتر معاملات میں ابوبکر صدیقؓ کے حسن معاملات و شرافت سے وہ بہت متاثر ہوا تھا اور مکہ میں وہ انہیں قابل اعتماد اور لائق احترام آدمی جانتا تھا اس لیے باوجود اس کے کہ مسلمانوں کے بارے میں اس کے قبائل کا نقطۂ نگاہ سردارانِ قریش سے کچھ زیادہ مختلف نہ تھا اسے یہ سُن کر سخت افسوس ہوا کہ سردارانِ قریش کی عداوت کے سبب مکہ میں ان کا رہنا دوبھر ہو گیا ہے ۔ مالک نے اس موقع پر حضرت صدیقؓ سے کہا ۔

" آپ جیسے آبرومند اور صاحبِ عزت آدمیوں کے مکہ سے نکل جانے کے بعد مکہ بے آبرو ہو جائے گا "

ابوجہل اور دوسرے سردارانِ مکہ کے خلاف اُس نے بڑے غم و غصہ کا اظہار کیا اور حضرت صدیقؓ کا ہاتھ تھام کر کہنے لگا ۔

" آپ میرے ساتھ چلیں، احابیش کا مجھ پر اعتماد ہے اور میں آپ کو اپنی حمایت میں لیتا ہوں ۔ میرے اعلانِ حمایت کے بعد سردارانِ مکہ نے آپ کو کوئی نقصان پہنچایا تو پھر انہیں احابیش کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑے گا ۔ جس کی ہمت اُن میں نہیں ہے "

حضرت صدیقؓ کو رسول اللہ کی جدائی ویسے بھی شاق گزر رہی تھی ۔ احابیش کی تولیت و حمایت کے بعد مکہ میں بہ حفاظت رہنے کا موقع نکل آیا تھا ۔ اسی لئے وہ مالک ابن دغنہ کے ساتھ مکہ واپس آ گئے ۔ دستور کے مطابق مالک انہیں لے کر حرم کعبہ میں گیا ۔ جہاں سردارانِ قریش کی محفلیں جمی ہوئی تھیں ۔ اور اس نے ان کے درمیان کھڑے ہو کر صدیق اکبرؓ کا ہاتھ بلند کیا اور اعلان کیا ۔

" اے مکہ والو ! آگاہ ہو جاؤ کہ میں نے آج سے فرزند ابوقحافہ کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے ۔ اگر کسی نے ان کو کوئی آزار پہنچایا تو اسے پھر میرا سامنا کرنا ہوگا "

مالک کے اس اعلان پر سردارانِ قریش دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا کر رہ گئے کیونکہ قاعدہ کے مطابق جب بھی کوئی قبیلہ کسی کو اپنی پناہ میں لینے کا اعلان کر دیتا تھا تو پھر اس کی مخالفت کے معنی صریحاً جنگ کے ہوتے تھے ۔ احابیش کے مقابلہ میں جنگ چھیڑنا ویسے بھی نہایت خطرناک تھا ۔ اس لئے انہیں خاموشی سے اس صورت حال کو قبول کرنا پڑا اور ابوبکر صدیقؓ دوبارہ اپنے گھر میں جا کر مقیم ہو گئے ۔

مراسلہ

خدام الدین کی قیمت کا مسئلہ

مکرمی ایڈیٹر صاحب ۔ السلام علیکم

مؤرخہ ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۹۰ھ میں "خدام الدین کی قیمت" پڑھا ۔ مگر بڑا افسوس ہؤا کہ آپ قیمت بڑھا رہے ہیں ۔ حالانکہ اس سے پیشتر بھی ایک دفعہ قیمت بڑھ جانے کا چرچا خدام الدین میں ہؤا تو جناب حضرت مولانا احمد علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سختی سے منع کر دیا کہ خدام الدین غریبوں کا پرچہ ہے قیمت ۲۵ پیسے ہی رہے گی ۔ تاکہ عوام تک یہ تبلیغی رسالہ پہنچ سکے ۔ کئی ایجنٹوں نے خدام الدین کا روپیہ کھایا لیکن پرچہ برابر جاری رہا اور انشا اللہ رہے گا ۔

چونکہ جناب شیخ التفسیر حضرت مولانا کا مقصد تبلیغ اسلام تھا اس لیئے پرچہ کی قیمت کسی حالت میں بھی بڑھنے نہ دی ۔ راقم کی بھی التماس ہے کہ پرچے کی قیمت نہ بڑھنے دی جاوے ۔ البتہ خدام الدین فنڈ قائم کیا جاوے ۔ جس سے خدام الدین کی اشاعت کی کمی کو پورا کیا جاوے چونکہ ملک میں مہنگائی زوروں پر ہے ۔ خدام الدین غریبوں تک نہ پہنچ سکے گا ۔ میرے جیسے کم علم انسان جن کی زندگی خدام الدین نے بدل دی ہے ۔ خدام الدین کی تحریروں سے عوام محروم ہو جائیں گے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد فوت ہو جائے گا ۔ اللہ پاک سے دعا ہے کہ مولا کریم خدام الدین کو جاری کرے ۔ آمین ثم آمین ۔

خدام الدین فنڈ کا حساب و کتاب بھی اگر پرچہ میں چھپے تو عوام الناس کو نقصان کا اندازہ ہو سکے گا ۔ کہ پرچہ کس قدر نقصان اٹھا کر بھی جاری ہے ۔ عوام الناس خود بخود مدد فرما دیں گے ۔ فقط والسّلام

شیخ خوشی محمدؐ خریداری نمبر ۳۳۱۲

ماضی کی ایک اور شمع فروزاں بجھ گئی
عظیم دینی اور علمی شخصیت کی وفات حسرت آیات کا

المناک حادثہ

میاں چنوں ضلع ملتان کے معمر اور عظیم ترین بزرگ پیر طریقت حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب کا انتقال ہو گیا ہے ۔ مولانا نہ صرف اسی علاقہ ہی کی بزرگ شخصیت تھے بلکہ اس وقت مغربی پاکستان کے گنے چنے باقیات السلف میں سے تھے ۔

مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ ، حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب رائے پوریؒ جیسے اس صدی کے اوائل کے بزرگ ترین نفوس سے اکتساب فیض کیا اور دینی علوم حاصل کئے تھے ۔ خود نہایت متقی ، پرہیزگار اور عالم باعمل تھے ۔ بے شمار افراد نے آپ سے استفادہ کیا اور تربیت حاصل کی ۔ مولانا تمام دینی اور سیاسی تحریکات میں پیش پیش رہے ۔ اور تحریک خلافت سے تحریک ختم نبوّت تک برابر حصّہ لیتے رہے حتیٰ کہ ان تحریکات کے سلسلہ میں دار و رسن کی منزلیں بھی طے فرمائیں ۔

آپ کا وجود دینی حلقوں کے لئے نہایت غنیمت تھا ۔ آپ کی وفات سے ایک ایسا خلاء پیدا ہؤا ہے جس کا پُر ہونا نہایت مشکل ہے ۔

اللہ تعالےٰ حضرت مولانا کے درجات بلند فرمائے اور ان کے پس ماندگان و وابستگان کو صبر عطا کرے ۔

مولانا کی جدائی ملّتِ اسلامیہ کا مشترکہ غم ہے ۔

7734

7735

مانسہرہ میں خدام الدین کا تازہ پرچہ

حافظ غلام نبی رحمٰن سٹیشنری مارٹ کشمیر روڈ سے حاصل کریں ۔

تعارف وتبصرہ

فوائدِ مکیّہ مع حاشیہ توضیحات مرضیہ

مصنف: استاذ القراء قاری محمد شریف صاحب

صفحات ۱۸۲ سائز $\frac{18 \times 22}{8}$

قیمت ۳ روپے ۷۵ پیسے علاوہ محصول ڈاک

ملنے کا پتہ: قاری سراج احمد خانپوری - ناظم مکتبہ القراۃ بی بلاک - ماڈل ٹاؤن لاہور -

کتاب فوائد مکیہ مصنفہ امام فن استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب مکی ثم الہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ اپنی جامعیت اور مقبولیت کی وجہ سے علم تجوید میں ایک نمایاں اور امتیازی حیثیت رکھتی ہے - یہی وجہ ہے کہ یہ کتاب سالہا سال سے پاک و ہند کے برصغیر کے مدارس تجویدیہ و نیز مدارس عربیہ کے شعبہ ہائے تجوید میں داخلِ نصاب چلی آ رہی ہے - لیکن مصنّف علاّم نے چونکہ اس کتاب کی تالیف میں خَیْرُ الْکَلَامِ مَا قَلَّ وَ دَلَّ کے اصول کو سامنے رکھا ہے - اس لئے اکثر موقعوں میں غایت درجہ کے ایجاز و اختصار سے کام لیا ہے - علاوہ ازیں اس میں بعض مضامین بجائے خود بھی خاصے مشکل اور قابلِ حل تھے جس کی وجہ سے عام طلبہ اور معلمین کو افہام و تفہیم میں بڑی دقت پیش آتی تھی - اس لئے ضرورت محسوس کی گئی کہ اس کتاب پر ایک ایسا حاشیہ لکھا جائے جو آسان بھی ہو اور مفصل بھی - تاکہ دورِ حاضر کے متعلمین اور معلمین اس سے استفادہ کر کے کتاب کے مسائل کو کماحقہٗ سمجھ سمجھا سکیں - چنانچہ اسی احساس اور جذبہ کی بنا پر جناب قاری محمد شریف مدظلہ العالی نے پوری تحقیق اور محنت شاقّہ کے بعد توضیحات مرضیہ کے نام سے ایک نہایت جامع اور قابلِ دید حاشیہ تالیف کیا ہے پوری کتاب میں شاید ایک مقام بھی ایسا نہ مل سکے جہاں ناظرین وضاحت کی ضرورت محسوس کریں اور ان کی ضرورت پوری نہ کی گئی ہو - حاشیہ کی افادیت عام اور تام بنانے کے جذبہ سے مضامین حتی الامکان عام فہم اور سلیس زبان میں بیان کرنے کی کوشش کی ہے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر حاشیہ میں بالعموم عربی عبارتیں درج نہیں کی گئیں صرف ان کے مطالب کو اُردو کا جامہ پہنا کر حاشیہ کا جزو بنا دیا گیا ہے - محشی نے حق تعالیٰ کی توفیق اور اُن کی عنایت سے اس حاشیہ میں نہایت شوق بھری محنت و کاوش کے بعد فن کے طلبا اور معلمین کے لئے ایک نہایت مفید علمی ذخیرہ جمع فرما دیا ہے - اگر یہ کہا جائے کہ اس حاشیہ میں بہت سے ایسے جواہر ریزے مل سکتے ہیں - جو فن کی مطولات کی ورق گردانی سے زاید دستیاب نہ ہو سکیں تو بیجا نہ ہوگا - مختصر یہ کہ حاشیہ توضیحات مرضیہ اسم بامسمّٰی اور اپنی نظیر آپ ہی کا صحیح مصداق ہے اور فن کے طلباء و معلمین کے لئے ایک بیش بہا اور قابلِ قدر تحفہ اور ایک نعمت غیر مترقبہ ہے -

جمعیۃ علماء اسلام کے کسی راہنما اور کارکن کی زندگی کو خطرہ لاحق ہُوا تو اس کی پوری ذمہ داری مودودی صاحب اور ان کے حواریین پر عائد ہوگی

مفتی محمود صاحب کا سخت ترین انتباہ

۹ ستمبر ۱۹۷۰ء کو کہروڑ پکا کے عظیم الشان جلسۂ عام میں پچاس ہزار سے زیادہ سامعین کے سامنے تقریر کرتے ہوئے جمعیۃ علماء اسلام کے جنرل سیکرٹری مولانا مفتی محمود نے پُرزور الفاظ میں فرمایا کہ مودودی صاحب اور ان کے دوست جمعیۃ علماء اسلام کے خلاف خطرناک منصوبوں کے ساتھ کھل کر میدان میں آ گئے ہیں -

مولانا مفتی محمود صاحب نے کہا کہ مودودی صاحب نے اچھرہ لاہور میں اپنی کوٹھی کے اندر اپنے قتل کے جس منصوبہ کا انکشاف کیا ہے اور اس میں نام لے کر جمعیۃ علماء اسلام کو ملوث کرنا چاہا ہے اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں اور کارکنوں کے خلاف بدترین حربہ اختیار کرنے پر اتر آئے ہیں - مودودی صاحب نے پندرہ منٹ میں طلب کردہ کانفرنس میں جو بیان دیا ہے اور تیرہ سالہ لڑکے سے جو کچھ کہلوایا ہے اس کا مقصد جمعیۃ علماء اسلام کے رہنماؤں اور کارکنوں کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانے کی راہ ہموار کرنا ہے -

مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ فرض تو حکومت کا ہے کہ وہ اس واقعہ کی اصلیت کا پتہ چلائے اور ملک کو خطرناک حالات میں جانے سے بچائے - لیکن میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں کہ اس طرح کی کارروائی کر کے مودودی صاحب نے ملک میں بدترین سیاسی انتشار برپا کرنے کی کوشش کی ہے اور جمعیۃ کے خلاف اشتعال کی فضا پیدا کر کے جمعیۃ کے رہنماؤں اور کارکنوں کی زندگیوں کو خطرہ میں ڈال دیا ہے -

مفتی محمود صاحب نے مارشل لاء حکومت اور صدر یحییٰ خاں کو متوجہ کیا کہ وہ مودودی صاحب کے تیار کردہ اس واقعہ کے مضمرات کی چھان بین کرے اور اس سے پیدا ہونے والے خطرات کو سمجھے - اس سے نہ صرف یہ کہ آئندہ انتخابات کا تمام منصوبہ خاک میں مل جائے گا بلکہ سیاسی کارکنوں کے لئے آزادی اور اطمینان سے کام کرنا مشکل ہو جائے گا -

مفتی صاحب نے حکام کو انتباہ کیا کہ اگر جمعیۃ علماء اسلام کے کسی رہنما یا کارکن کو خطرہ لاحق ہوا تو اس کی تمامتر ذمہ داری مودودی کی جماعت پر ہوگی اور اس ذمہ داری میں سب سے بڑے حصہ دار مودودی صاحب سمجھے جائیں گے جنہوں نے جمعیۃ علماء اسلام کا نام لے کر اسے اپنی اس سازش کا نشانہ بنایا ہے -

★

دعائے مغفرت

یکم ستمبر بروز منگل ۴ بجے شام میری والدہ محترمہ بوجہ بیماری انتقال فرما گئی ہیں - قارئین کرام کی خدمت میں درخواست ہے کہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں کہ خداوند کریم مرحومہ کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے - راقم مولوی غلام احمد، ٹانک

بقیہ : امامِ اعظمؒ

تدبر و دانش ، صداقت و حق گوئی ، غیرت خود داری اور ایثار و عزم کا وہ پیکرِ مجسم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا ۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

حضرت امام صاحب رحمہ اللہ نے مختلف موضوعات پر لاتعداد تصانیف بھی فرمائیں لیکن افسوس کہ ان میں سے اکثر انقلاباتِ زمانہ کی دست برد سے محفوظ نہ رہ سکیں ۔ چند ایک کتب باقی ہیں ۔

بقیہ : مقدس مقامات

غار کا دروازہ مسدود کر دیا گیا ہے ۔ اور کسی شخص کو اصل قبروں تک جانے کی اجازت نہیں ہے ۔ حضرت یوسفؑ کا مزار مبارک اس نصف عمارت کے باہر واقع ہے مگر اس پر بھی ایک قبہ تعمیر کر دیا گیا ہے قدیم زمانے میں جب یہ عمارت تعمیر ہوئی تھی تو حضرت سلیمانؑ نے اس میں کوئی دروازہ نہ رکھا تھا ۔ لیکن ۹۱۸ء میں خلیفہ مہدی کے حکم سے ایک دروازہ شمالی دیوار میں کھولا گیا اور اسی خلیفہ کے حکم سے تمام عمارت کو آراستہ کیا گیا ہے فرش فروش بچھائے گئے ۔ اور ظروف مہیا کئے گئے یہ دروازہ زمین سے چار ہاتھ بلند ہے خود اس عمارت تک ایک لمبے چکردار زینے کے ذریعے پہنچا جاتا ہے اور پوری عمارت کی سطح زمین سے کافی بلند ہے ۔

۱۰۹۹ء میں حروبِ صلیبیہ کے زمانے میں حبرون پر عیسائیوں کا قبضہ ہو گیا اور اسے ایک عیسائی رئیس کے حوالے کر دیا گیا کوئی بیس برس بعد شاہ بالڈون ثانی کے زمانے میں اِس غار کی چھت کا ایک حصہ منہدم ہو گیا ۔ بادشاہ روم کے حکم سے دو افسروں جعفرے اور جارج باقی کو اس کی مرمت کے کام پہ مامور کیا گیا ۔ جب یہ لوگ شاہی حکم کی تعمیل میں غار میں اترے تو ان کی حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی کہ انبیاءؑ کے اجسام جوں کے توں تھے اور ان کے جسدِ مبارک کا ایک بال بھی ضائع نہ ہوا تھا البتہ کفن گل کر الگ ہو گیا تھا ۔ مگر ان کے سر ایک رومال سے ڈھکے ہوئے تھے !

مشہور مورخ ابن الاثیر تاریخ کامل میں لکھتا ہے کہ اِس سال (۵۱۳ھ = ۱۱۱۹ء) حضرت ابراہیم اور ان کے فرزندوں اسحاقؑ اور یعقوبؑ بن اسحاق کے مقبرے کھولے گئے ۔ متعدد لوگوں نے ان انبیاء کی زیارت کی ان کے اعضاء بالکل صحیح سلامت تھے اور ان کے اجسام کے نزدیک سونے اور چاندی کے چراغ رکھے ہوئے تھے اِس واقعہ کی تصدیق اکثر مورخوں نے کی ہے اب تک سرزمین کنعان میں لوگوں کا یہ عام عقیدہ ہے کہ ان بزرگوں کے جسد خاکی کو زمین گزند نہیں پہنچا سکتی اور متعدد روایات اور احادیث سے نبیوں کی حیات ابدی پر روشنی پڑتی ہے راقم الحروف کو ۱۹۶۰ء میں اس مبارک و مقدس مقام کی زیارت کا شرف حاصل ہو چکا ہے اگرچہ میں نے اس روایات کے بارے میں مقامی لوگوں کی زبان سے کچھ نہیں سنا !

بچوں کے لئے

اپنے علم پر عمل کرو

محمد شفیع عمرالدین، ٹھٹھہ

حدیث شریف میں وارد ہے:-
"قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ عذاب اس عالم کو ہوگا جسے اس کے علم نے فائدہ نہ دیا ہوگا۔
(جامع الصغیر سیوطیؒ)

یعنی بے عمل عالم قیامت کے دن شدید عذاب میں گرفتار ہوگا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:
"علم نہایت شریف ہے۔ لیکن بندے کو بغیر عبادت کے چارہ نہیں ہے۔ ورنہ علم بغیر عمل کے محض بیکار ہے۔ کیونکہ علم بمنزلہ درخت کے ہے اور عمل بمنزلہ ثمر کے ہے جو اصل ہے لیکن درخت کے وجود سے فائدہ اور نفع پھل سے ہے جب حقیقت اس طرح ہے تو بندے کے لئے لازم ہے کہ اس کا علم اور عمل میں حصہ ہو۔"

نیز آپؒ نے ہی ارشاد فرمایا:
"لہٰذا عبادات شرعی جیسے طہارت اور نماز اور روزہ کے تمام شرائط اور احکام سیکھو تاکہ ان پر عمل کر سکو۔" (منہاج العابدین فی الجنۃ)

اس بارے میں حضرت شیخ سعدیؒ کی نصیحت بھی غور سے سنئے:-

بارِ درختِ علم ندانم مگر عمل
با علم اگر عمل نہ کنی شاخ بے بری

نیز آپ ہی کا قول ہے کہ دو شخصوں نے فضول محنت اور تکلیف اٹھائی ہے۔ ایک اس شخص نے جس نے علم تو پڑھا مگر اس پر عمل نہ کیا اور دوسرا وہ جس نے مال و دولت جمع تو کیا مگر خرچ نہ کیا۔

حضرت مولانا شاہ اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:-
"میں دیکھتا ہوں کہ لوگوں کو علم کی تو فکر ہے لیکن عمل کی نہیں۔ بڑا اہتمام اس کا ہوتا ہے کہ ہم ساری کتابیں پوری کر لیں، ہدایہ بھی، صدرا بھی، شمس بازغہ بھی لیکن عمل کی ذرا بھی پرواہ نہیں۔
(از وعظ حقیقت احسان)

حضرت خواجہ محمد نور بخش صاحب نقشبندیؒ علم پر عمل کرنے کی تاکید ان الفاظ میں فرماتے ہیں:
"پانچ وقت نماز پڑھتے رہو۔ سب کام قرآن کریم اور حدیث شریف سے پوچھ کر کرو۔ اگر ایسا کروگے تو قیامت کے دن کی بازپرس سے بچ جاؤگے۔ اگر ایسا نہ کیا تو قیامت کے دن باز پرس ہوگی۔"
(از ملفوظات)

قیامت کے دن کی بازپرس

مخبرِ صادق حضرت سیدنا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
"قیامت کے دن میدان حشر سے آدمی کے پاؤں نہیں سرکیں گے یہاں تک کہ اسے نہ پوچھا جائے کہ تو نے اپنی عمر کو کس کام میں صرف کیا؟ اور تو نے اپنے علم پر کیسے عمل کیا؟ اور اپنے مال کو کہاں سے کمایا (حلال ذریعہ سے یا حرام ذریعہ سے؟) مال کہاں خرچ کیا؟ اور کس چیز میں اپنے جسم کو پرانا کیا۔
(ریاض الصالحین)

اس حدیث میں یہ بات واضح ہے کہ منجملہ دوسرے سوالات کے قیامت کے دن یہ سوال بھی ہوگا کہ تو نے جو علم حاصل کیا تھا اس پر عمل بھی کیا تھا یا نہیں؟

علم چنداں کہ بیشتر خوانی
چوں عمل در تو نیست نادانی (سعدیؒ)

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ نے حضرت عویمرؓ کو فرمایا:-
"اے عویمرؓ! تیرا کیا حال ہوگا جب تجھے قیامت کے دن پوچھا جائے گا کہ کیا تو عالم تھا یا جاہل؟ اگر تو جواب دے گا کہ میں عالم تھا۔ تو سوال ہوگا کہ تو نے جو علم سیکھا تھا کیا تو نے اس پر عمل کیا تھا؟ اگر تو کہے گا کہ میں جاہل تھا۔ تو تجھ سے پوچھا جائے گا تجھے جاہل رہنے اور علم نہ سیکھنے میں کون سا عذر درپیش تھا؟
(فقہ محمدیہ طریقہ احمدیہ حصہ ششم مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

علم پر عمل نہ کرنے والے کی مثال

(الاعراف آیت ۱۷۵-۱۷۶)

ترجمہ: اور انہیں اس شخص کا حال سنا دے جسے ہم نے اپنی آیتیں دی تھیں۔ پھر وہ ان سے نکل گیا۔ پھر اس کے پیچھے شیطان لگا تو وہ گمراہوں سے ہو گیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں کی برکت سے اس کا رتبہ بلند کرتے لیکن وہ دنیا کی طرف مائل ہو گیا اور اپنی خواہش کے تابع بن گیا۔ اس کا حال ایسا ہے جیسے کتا۔ اس پر تو سختی کرے تو بھی ہانپے اور اگر چھوڑ دے تو بھی ہانپے یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنہوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا۔ سو یہ حالات بیان کر دے شاید کہ وہ فکر کریں۔

(ف) تفسیروں میں اس مقام پر بنی اسرائیل کے عالم بلعم باعور کا ذکر آیا ہے جس نے اپنے علم پر عمل نہ کیا۔ حکومت کے فریب میں آ گیا۔ زر اور زن کے لالچ میں گمراہ ہو گیا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کرنے لگ گیا اور اپنی دنیا و آخرت دونوں برباد کیں۔

حاصل کلام علمائے دین کو عالم باعمل بننا چاہیئے اور دنیاوی بڑے سے بڑے لالچ میں نہ پھنسنا چاہیئے اور اپنی عاقبت برباد نہ کرنی چاہئے۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ "جو عالم شہوات کا تابع ہو جائے اسے عالم نہ کہنا چاہیئے۔"

حضرت مولانا عثمانیؒ فرماتے ہیں: "علمائے سوء کے لئے ان آیات میں بڑا عبرتناک سبق ہے اگر دھیان کریں۔"

The Weekly "KHUDDAMUDDIN"
LAHORE (PAKISTAN)

بدل اشتراک ہفت روزہ خدام الدین لاہور

پاکستان اور انڈیا میں سالانہ چندہ	..	۱۱
〃 〃 ششماہی	..	۶
〃 〃 〃	..	۳
سعودی عرب بذریعہ ہوائی جہاز سالانہ چندہ	..	۴۲
〃 〃 بحری جہاز		۱۵
〃 ہوائی ڈاک ششماہی	..	۲۱
〃 بحری	..	۱۱
انگلینڈ بذریعہ ہوائی ڈاک سالانہ	۴۰	۷۳
〃 〃 بحری	۸۰	۲۲

فیروز سنز لمیٹڈ لاہور میں باہتمام عبیداللہ انور پرنٹر چھپا اور دفتر خدام الدین شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

منظور شدہ محکمۂ تعلیم: (۱) لاہور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ تین مئی ۱۹۵۶ء (۲) پشاور ریجن بذریعہ چٹھی نمبری T.B.C ۲۳۷ - ۲۴۸۱ مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء، (۳) کوئٹہ ریجن بذریعہ چٹھی نمبری ۹/۳۹/۶۷ - ۲۰ - ۵ DD مورخہ ۲۴ اگست ۱۹۶۶ء (۴) راولپنڈی ریجن بذریعہ میمو نمبر ۲ GM/۴۰ - ۵۲۱۰ مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۶۷ء